

چند لمحات سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ ”لیبارٹری میں آپ مجھے جو تربیت دینا چاہتے ہیں اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟“  
 ”کچھ نہیں آپ کے چند ٹیسٹ لیے جائیں گے۔ اگر آپ ان فٹ ہو گئے تو مشن آپ کو دوسری پیشکش کرے گا اور اگر آپ ہمارے معیار پر پورے اترے تو چھروہی طریقہ کار ہوگا جس کے بارے میں آپ کو بتا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے طور پر آپ کو کسی بھی صورت میں جانچیں گے۔ ایک بار پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ صرف ایک دوستانہ پیشکش ہے، اگر آپ اس وقت اس سے انکار کر دیں گے تو ہم آپ کو خوشی یہاں ایک مہمان کی حیثیت سے عزت دیں گے اور اس کے بعد آپ کو ملوں واپسی کا موقع دیا جائے گا۔“  
 ”ٹھیک ہے میں تیار ہوں لیکن میرا اپنا اعتراض اپنی جگہ بالکل درست تھا۔“  
 ”ہم نے تسلیم کیا ہے۔ ویسے مسٹر جہانزیب مستقبل کے لیے آپ کا اپنا نظریہ کیا تھا؟“

”وہی جو میرے جیسے کسی سرمایہ دار کا ہو سکتا ہے۔ میں اپنے سرمائے کو نہایت احتیاط سے بڑھانا چاہتا تھا۔ اپنے وطن میں بہت سی صنعتیں لگا کر بہت سے منصوبوں پر کام کر کے میں اہل وطن کو بھی فائدہ پہنچانے کا خواہشمند تھا اور اپنے آپ کو کبھی مالی طور پر بے حد مضبوط کرنے کا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود کو دنیا کے دولت مند ترین لوگوں میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی گہرا نظریہ نہیں ہے۔“  
 ”تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ ہم آپ کو وہی سب کچھ دینا اور بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ایشیا کی معیشت پر آپ کی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی نظریہ ہے یہ اجارہ داری آپ کی ہوگی اور آپ کے ذریعے مشن کی۔ دراصل یہ بہت لمبا سلسلہ ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایشیا کے مختلف ممالک میں کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہوتی ہے جس کے اثرات دوسرے ممالک پر پڑیں تو آپ کو وہاں مداخلت کر کے تنظیم کے حق میں وہ کام کرنے ہوں گے جن سے صرف تنظیم کو یا اس کے ساتھی ملکوں کو فائدہ پہنچے۔ ہم ایک توازن قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں ایک طاقتور مرکز کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”ٹھیک ہے، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھے کسی بھی سلسلے میں محکوم سمجھا جا رہا ہے۔“  
 ”نہیں مسٹر جہانزیب۔ جسے اتنا بڑا منصب دیا جا رہا ہے وہ محکوم نہیں ہو سکتا۔ ساسی ہو سکتا ہے۔“ میں خاموشی سے جویا کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔  
 ”اب مجھے کیا کرنا ہے؟“

”بس صورت حال آپ کو بتادی گئی۔ یہ رات آپ کے پاس سوچنے کے لیے ہے صبح آپ تمام تر سچائیوں کے ساتھ ہمیں اس کی اجازت دیں گے کہ ہم آپ کو اپنی لیبارٹری میں پہنچا دیں۔“  
 ”اس لیبارٹری میں کیا ہوگا۔ اس کی کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گی؟ کم از کم یہ مجھے معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔“  
 ”جی جی کیوں نہیں آپ کے چند جسمانی ٹیسٹ ہوں گے اور اس کے بعد اس تربیت کا آغاز ہو جائے گا جس کی مکمل تفصیل آپ کو بتا دی گئی ہے۔ اس دوران آپ کا ڈپلکیمٹ منظر عام پر نہ کرنا آپ کی نمائندگی کرے گا تا کہ کسی کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو سکے۔“ جویا نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”لیکن اس سے میرے مفادات پر تو ضرب پڑ سکتی ہے۔ فرض کیجئے یہ کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جو میری شخصیت کے منافی ہو۔“  
 ”نہیں اس سلسلے میں آپ کے خدشات بے جا ثابت ہوں گے۔“

میں نے گفتگو ختم کر دی اور اس کے بعد میری رہائش کے لیے ایک شاندار جگہ منتخب کی گئی ہم سب لوگ اس بڑے ہال سے باہر نکل آئے۔ ان سب لوگوں نے مجھ سے رخصت چاہی اور اس کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ ایک ملازم نے مجھے تمام سہولتوں سے آگاہ کیا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا لیکن میرے پاس سوچوں کا ایک طوفان تھا جو تہائی پاتے ہی ذہن میں اٹھایا تھا کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔  
 دیر تک یہی خیالات ذہن میں کھلتے رہے۔ میں سوچتا رہا ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد جو آخری تصور میرے ذہن میں آیا وہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کر دوں گا اور اس کے بعد گہری نیند میری آنکھوں میں آج ہی آجی۔  
 دوسری صبح جب جاگا تو طبیعت پر خوشگوار کیفیت طاری تھی۔ اسٹاک ہوم کا موسم عموماً یہی رہتا تھا۔ بہر حال مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔

ناشتا مجھے میرے کمرے ہی میں دیا گیا۔ یاداب ملازمین میرے ساتھ نہایت احترام کا برتاؤ کر رہے تھے۔ البتہ ناشتا مجھے تنہا ہی کرنا پڑا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انگریزی اخبار لے کر بیٹھ گیا جو میری میز پر رکھ دیا گیا تھا اور ابھی اخبار کی سرخیاں ہی پڑھی تھیں کہ دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اندر داخل ہونے والی شیلی پارک تھی۔ شیلی نے مجھے خوشگوار انداز میں سچ بکھرا دیا اور اجازت لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے اخبار ایک سہل کر رکھ دیا تھا۔  
 ”یقیناً آپ خوشگوار کیفیات محسوس کر رہے ہوں گے مسٹر شاہ۔ مجھے آپ کے بارے میں تمام رپورٹیں مہیا کر دی گئیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آج آپ کے اعزاز میں ماموکی دوسو ساٹھوں نے تقاریب رکھی ہیں۔ ایک شام کی چائے پر اور دوسری رات کے کھانے پر۔“ میں خاموش نگاہوں سے شیلی کو دیکھتا رہا۔ شیلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اور کل کے اخبارات ایک ایشیائی سرمایہ دار کی آمد اور اس کی تقاریب کی تفصیلات شائع ہوں گی لیکن وہ آپ نہیں ہوں گے کیا آپ کو اس بات کا مکمل علم ہے کہ.....“  
 ”کیوں نہیں مس یارک..... لیکن آپ اس بات سے کوئی خاص مقصد واضح کرنا چاہتی ہیں۔“

”سوری سر۔ بالکل نہیں بلکہ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ ٹھیک ساڑھے نو بجے آپ کو یہاں سے وہاں لے جاؤں جہاں کی ہدایات آپ کو دی جا چکی ہیں۔“  
 ”تو یہاں بھی آپ میری ہم سفر ہوں گی؟“  
 ”اگر آپ پسند کریں ہاں اگر آپ میرا ساتھ قبول نہ کرنا چاہیں تو مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ فوری اطلاع دوں تا کہ دوسرے افراد کا بندوبست کر دیا جائے۔“ میں آہستہ سے ہنس دیا۔ میں نے کہا۔  
 ”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

نوبے میں تیار ہو گیا اور ساڑھے نو بجے ایک گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ مجھے یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ میرے اس ہمشکل نے میری جگہ سنبھال لی ہے۔ یقینی طور پر اسے کسی بہتر جگہ منتقل کر دیا گیا ہوگا۔ حالانکہ یہ بات قابل اعتراض تھی اور اس سے مجھے بہت سے خدشات کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ بات آگے بڑھ کر میرے وطن تک بھی پہنچ سکتی تھی لیکن یہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ وہاں ایک ایسا شخص بیٹھا ہو ہے جو بال کی کھال نکالنے میں ماہر ہے۔ اگر میرا کوئی ہمشکل میری جگہ میرے وطن پہنچ بھی جائے تو دنیا کو دھوکا دے گا لیکن آصف جو کہ کو دھوکہ دینا اس کے لیے نہایت مشکل کام ہوگا۔ ہر طور مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ میں شیشوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا جو دھند میں لپٹے ہوئے تھے۔ اسٹاک ہوم میں زندگی مہم دم مہم تھی غالباً کبھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھی جس کی وجہ سے کاروبار زندگی پر اثر پڑا تھا لیکن میرا سفر اتنا طویل ہو جائے گا کہ اس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ غالباً ہماری کار کا رخ مضافاتی علاقے کی جانب تھا۔ اطراف میں دھند میں لپٹے خوبصورت مناظر پھیلے ہوئے تھے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جس کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غالباً کسی ذیلی مرکز پر کاروموڑی گئی تھی اور اس کے بعد وہ کسی ایسی جگہ آکھڑی ہوئی تھی جسے کوئی فیکٹری کہا جا سکتا تھا۔ تھوڑا سا سیٹھ کھولا گیا تھا اور جس جگہ کار آکھڑی ہوئی تھی وہ ایک سرسبز و شاداب لان تھا جسے وسیع ترین کہا جا سکتا تھا۔ لان کے درمیانی حصے میں ایک ٹیلی کا پٹر کھڑے ہوئے دیکھ رہا تھا جس کے قریب چند لوگ متعجب کھڑے تھے۔ کار سے اترنے کے بعد ہم نے لان کا وہ سرسبز حصہ پیدل طے کیا اور ٹیلی کا پٹر تک پہنچ گئے۔ اس دوران میں نے شیلی پارک سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ٹیلی کا پٹر کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد نے گردنیں خم کر کے ٹیلی کا پٹر کا دروازہ کھول دیا اور سڑھی کے ذریعے ہم لوگ سوار ہو گئے۔  
 شیلی کو غالباً اس بات کا علم نہیں تھا کہ مجھے صورت حال کا کہاں تک علم ہے لیکن چونکہ میں نے ٹیلی کا پٹر کے سفر پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ یہی سمجھتی ہوگی کہ مجھے اس کی تفصیلات پہلے سے معلوم ہیں۔ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ ٹیلی کا پٹر میں ہمارے علاوہ صرف پائلٹ ہی سوار ہوا تھا۔ دوسرا آدمی جو اس کے ساتھ موجود تھا اسے غالباً بس یہیں تک اہتمام کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ٹیلی کا پٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ خراب موسم کی وجہ سے یہ سفر نہایت سخت رفتاری سے کیا جا رہا تھا۔ راستے میں بھی شیلی نے مجھ سے کوئی خاص گفتگو نہیں کی۔ میں ٹیلی کا پٹر کے شیشوں سے باہر جھانک رہا تھا لیکن نظر آنے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ کا پٹر کا یہ سفر تقریباً اٹھارہ یا بیس منٹ تک جاری رہا اور اس کے بعد وہ نیچے اترنے لگا۔ میں نے فیملی سمندر کی جھلکیاں دیکھ لی تھیں۔ غالباً ٹیلی کا پٹر کی جزیرے پر اترتا تھا۔ ویسے اب مجھے یہ اندازہ بہت

اچھی طرح ہو گیا تھا کہ میری کسی بھی قسم کی جدوجہد بے مقصد ہوگی حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا۔ میں ان سے مکمل تعاون کر رہا تھا اور میرا خیال یہی تھا کہ اب خوشدلی سے خود کو ان تمام کاموں کے لیے معاون ظاہر کروں جن کے لیے انہوں نے مجھے منتخب کیا ہے۔ ان تمام معاملات سے نمٹنے کے بعد بالآخر مجھے میرے وطن بھیجا جائے گا اور اس کے بعد فیصلہ میرے ہاتھ میں ہوگا ہاں لیبارٹری میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اس سلسلے میں مجھے تھوڑی سی تنویر ضرور تھی لیکن اپنی بھی نہیں تھی کہ میں بریٹان ہو جاؤں جس ٹیلی ہیڈر ہم اترے تھے وہاں ایک بند گاڑی کھڑی ہوئی تھی جو ہمارے سوار ہوتے ہی چل پڑی تھی۔ شیلی بدستور میرے ساتھ تھی اور بالکل ہی خاموش تھی۔ پھر ہم ایک اور عمارت میں پہنچ گئے اور یہاں بھی شیلی نے مجھے آتر کر مود بانہ انداز مجھے آگے بڑھنے کی پیشکش کی۔ کچھ دیر کے بعد ہم اس عمارت کے وسیع و عریض دروازے پر پہنچ گئے جہاں سے اندر داخل ہو کر ہمیں ایک بڑے ہال سے گزرنے پر ایک دوسرے ہال میں پہنچ گئے جہاں چند افراد احوال انتظار کر رہے تھے۔ ان میں برف جیسے سفید بالوں والا بہترین صحت کا مالک ایک شخص تھا جس کا بدن قدرے بھاری تھا۔ دوسرا بہت ہی سڈول جسم کا ایک عمر آدمی تھا جس کے چہرے کی جھریاں اور آنکھوں کی چمک اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ تجربہ کار اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ساتھ ہی ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی تھی جس کے نقش و نگار پہلی نظر میں کچھ اور دوسری نظر میں کچھ اور تیسری نظر میں کچھ اور نظر آتے تھے۔ مجموعی طور پر اس کا تاثر خوبصورت تھا جسے دیکھ کر دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خصوصاً اس کی گہری اور حسین آنکھوں کی بناوٹ بہت ہی بھاری لگتی تھی۔ ان تینوں نے آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا، لڑکی تو کچھ دبی دبی سی تھی لیکن باقی دونوں افراد نے پر جوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔ شیلی نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ مسٹر کرامویل ہیں۔ اس لیبارٹری کے انچارج دنیا کے ذہین ترین سائنسدانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مشن کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ان کے اسٹنٹ مسٹر ہڈن ہڈن بھی اچانک ایسا مقام رکھتے ہیں اور اس عمارت میں یہ دونوں آپ کے میزبان ہیں اور میرے لیے کیا حکم ہے۔ اب یہ فرما دیجئے مسٹر جہانزیب۔“  
 میں نے مسکرا کر شیلی کی طرف دیکھا اور کہا۔  
 ”کیا میں ہدایت دینے کی پوزیشن میں ہوں؟“

”یقیناً مجھ سے یہی کہا گیا ہے کہ اگر مسٹر جہانزیب شاہ یہ حکم دیں کہ مجھے یہیں قیام کرنا ہے تو میں رکوں اور اگر انہیں میری ضرورت نہ ہو تو میں اسی ٹیلی کا پٹر سے ملو پہنچ جاؤں۔“  
 ”مسٹر کول مین میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ ان دو معزز میزبانوں کی موجودگی میں مجھے آپ کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“ شیلی نے سرد نگاہوں سے مجھ سے دیکھا پھر صرف اوکے کہہ کر باہر نکل گئی۔ مسٹر کرامویل نے پر جوش انداز میں میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے میرا مکمل تعارف آپ سے نہ کرایا گیا ہو مسٹر شاہ۔ لیکن آپ کا مکمل تعارف مجھے حاصل ہے اور میں آپ کا میزبان بن کر نہایت خوش محسوس کرتا ہوں۔ یہ میڈم میلسا ہڈن اور مسٹر ہڈن کی صاحبزادی۔ ناقابل یقین شخصیت کی مالک ہیں۔ آپ ان کی ذہانت کو دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ آپ کے لیے تمام تر آسائش فراہم کرنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے۔ چنانچہ اب ہم دونوں آپ کو خدا حافظ کہتے ہیں اور میڈم میلسا ہڈن آپ کو یہاں تمام آسائش فراہم کریں گی۔“  
 مسٹر کرامویل اور ہڈن نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد کمرے سے نکل گئے جبکہ مس ہڈن نے باریک سی مسکراہٹ کے ساتھ میری جانب دیکھا اور اس کے بعد بولی۔

”آئیے مسٹر شاہ۔“ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ظاہر ہے اس کے بعد وہ مجھے میرا کمرہ دکھا سکتی تھی جہاں مجھے قیام کرنا تھا۔ بلاشبہ ایک برآسائش خورگاہ میری منتظر تھی۔ مس ہڈن نے نغمہ بار آواز میں کہا۔ ”آپ کو یہاں کسی چیز کی محسوس نہیں ہوگی۔“ میں نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔  
 ”بہتر ہے اب تقریباً ایک گھنٹہ آپ آرام کریں اس کے بعد میری آپ سے ملاقات ہوگی۔ ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو یہ بٹن دبا کر مجھے کال کر لیجئے گا۔ ویسے یہاں دو ملازمین آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت موجود ہیں۔“

”شکریہ۔“ میں نے ہر وقت انداز میں کہا۔ کسی ہلکے پن کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ان لڑکیوں کو کیا کہا جائے جن کی آنکھوں میں یہی طلب ہمیشہ نظر آتی ہے کہ انہیں اہمیت دی جائے لیکن جن حالات سے میں گزر رہا تھا اس کے تحت ایسی حرکات سے اجتناب ضروری تھا۔ مس ہڈن چلی گئی اور میں اس نئی جگہ بیٹھ کر یہ سوچنے لگا کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دو پہر تک کا وقت یہاں اسی جگہ گزارنا پڑا۔ میں نے خود بھی کسی کو مخاطب نہیں کیا تھا اور نہ ہی مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔  
 کافی وقت گزر گیا۔ اچانک ایک اجنبی شکل اندر داخل ہوئی۔ یہ یقینی طور پر خادمہ تھی۔

”لنچ کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیں۔“ میں خاموشی سے اٹھا۔ ہاتھ روم میں جا کر ہال وغیرہ درست کئے اور پھر خادمہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ وہ مجھ سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی اور مجھے گائیڈ کرتی جاری تھی۔ عمارت کافی وسیع اور جدید ترین تھی۔ لنچ کے لیے مجھے ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہونا پڑا۔ وسیع و عریض میز پر مسٹر کرامویل بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہلکے سے کرسی کھسکا کر مجھے خوش آمدید کہا اور ملازمہ نے میرے لیے ان کے سامنے والی کرسی کھسکا دی۔ اس کے بعد خاموشی سے لنچ شروع ہو گیا۔ لنچ کے بعد انہوں نے کہا۔

”ہم نے پوری دنیا یہاں قید کر رکھی ہے۔ یہ تمام تفصیلات میں آپ کو بتانا ہوں۔“ مسٹر کرامویل نے کہا اور پھر مجھے ایسی عجیب و غریب باتیں بتائیں کہ میرا دماغ پکڑا کر رہ گیا۔ میں نے ہر پاریشن کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مسٹر کرامویل مجھے بتاتے رہے کہ اس وقت دنیا میں کیا کیا کاروباری طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ کس ملک کی صنعتی پالیسی کیسے کہاں کیا ہو رہا ہے اور خاص بات یہ تھی کہ ہر جگہ سے سیکنڈوں میں رابطہ قائم ہو جاتا تھا اور مسٹر کرامویل وہاں سے سوالات کر لیا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں کمپیوٹر کی مریخوں منت تھیں اور اس وقت انتہائی دشمنی دور میں داخل ہو چکی تھی۔ میں ہر چیز کو دیکھتا رہا اور مسٹر کرامویل نے مجھے تمام تر صورت حال بتائی پھر کہنے لگے۔

”یہ لیبارٹری ہم نے دنیا کی عظیم ترین لیبارٹریوں کی طرز پر بنائی ہے اور یہاں وہ کچھ موجود ہے کہ آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ایک بڑا سا ہال نہیں ہے بلکہ کائنات کا ایک حصہ ہے اور کوئی بھی گوشہ ہماری نگاہوں سے دور نہیں ہے لیکن اپنے مخصوص نظریات کی حد تک اس سے آگے کیا ہے یہ ہم نے نہ غور کیا اور نہ اس کے بارے میں اپنے پاس تفصیلات اٹھی کیں۔ میں بڑی دلچسپی سے یہ تمام چیزیں دیکھتا اور ان کے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔ مسٹر کرامویل نے کہا۔

”اور اب میں انتظار کر رہا ہوں اس وقت کا جب مجھے آپ کے بارے میں ہدایت دی جائے گی آپ براہ کرم یہاں بالکل پرسکون رہیں اور کوئی انجھن محسوس نہ کریں یوں سمجھ لیجئے کہ خود مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو ذہنی طور پر ذرا بھی افسردہ نہ ہونے دوں اور اس کے لیے آپ کو اس عمارت میں مکمل آزادی ہے۔ آپ چاہیں تو اپنے طور پر اس کی سیر کر سکتے ہیں۔ ہر شخص ہر جگہ آپ کی رہنمائی کرے گا۔“  
 ”اس کے لیے آپ کافی ہیں مسٹر کرامویل اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آئی تو میں آپ تک اپنا پیغام بھجوادوں گا۔ اس دوران مجھے مس ہڈن یا مسٹر ہڈن نظر نہیں آئے تھے۔ بہر طور مجھے پھر وہاں اسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں میرا قیام تھا۔ ویسے میرا ذہن ان تمام چیزوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ واقعی ان لوگوں نے جو مجھ کو یہ وہ قابلِ داد ہے لیکن ان کے نظریات سے متفق ہونا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یہ اپنی اجارہ داری قائم کر رہے تھے اور میری پوزیشن نو فریڈل تھی۔ اس کے تھوڑے سے مقاصد مجھے معلوم ہو چکے تھے۔ وہ دنیا کے کسی بھی ملک کو اپنے طور پر آگے بڑھتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ سب کو اپنی پالیسیوں کے تحت چلانے کے اختیارات کر رہے تھے اور اس طرح خصوصاً ترقی پذیر ممالک کے لیے کافی مشکلات پیدا کر دی تھیں انہوں نے اب دیکھنا یہ تھا کہ مجھ پر ان کے اثرات کس حد تک قائم ہو جاتے ہیں۔“

شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے ایک بار پھر مجھے مسٹر کرامویل کا پیغام ملا اور میں اس خادمہ کے ساتھ چل پڑا۔ پھر جب خادمہ نے مجھے اسی لیبارٹری میں پہنچایا تو میں نے وہاں میڈم جولیا ایٹلس کو دیکھا۔ ان کے ساتھ وہی باقی افراد بھی موجود تھے جو اس وقت مجھے نظر آئے تھے جب پہلی بار جولیا ایٹلس سے میری ملاقات کرانی گئی تھی اس وقت مسز ہڈن بھی وہاں موجود تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے دو معاون بھی تھے جو ایک خاص قسم کے لباس میں دیوار کے ساتھ لگے ہوئے کھڑے تھے۔ مسٹر کرامویل نے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا تمام ہی لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملانے اور پھر مسٹر کرامویل نے کہا۔  
 ”میڈم جولیا ایٹلس کا خیال ہے کہ اب وہ عمل کر ڈالا جائے جس کے لیے آپ کو یہاں زحمت دی گئی ہے۔“  
 ”مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتانی جائیں۔“ میں نے ٹھونس لیجے میں کہا۔  
 ”کوئی خاص تفسیر نہیں ہے۔ ہمارے سائنس دانوں کے مشن کے لیے آپ کا حیران کن کام قابلِ ستائش ہے۔“



تجزیہ کیا جائے گا۔ آپ کو ذرا ہر طرف نظر پڑے گا۔ مکمل طور پر اس میں ہر جگہ ایک ہی چیز کے لیے عمل کر کے کے لیے آزاد ہاں جہاں آپ ہم پر پابندیاں لگانا چاہیں وہاں اسی اٹھا کر ہم سے لہو دیں کہ سب چھاپ بیس کرنا چاہتے۔

”کیا اس کا احترام کیا جائے گا؟“

”سو فیصد ہم آپ سے مکمل تعاون کرنا چاہتے ہیں۔“ اس بار جولیا ایکسل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے“ میں تیار ہوں اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے ایسی جگہ لے گئے جہاں ایک گول پلیٹ لگی ہوئی تھی جو زمین سے تقریباً ایک فٹ اونچی تھی ہوئی تھی۔ مجھے اس پلیٹ پر کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس پلیٹ کے پچھلے حصے پر نظر ڈالی تو مجھے سیکڑوں تار اس سے منسلک محسوس ہوئے۔ میرے لباس کو بالکل نہیں چھوا گیا تھا۔ البتہ مجھ سے جو تے اتارنے کی درخواست کی گئی تھی۔ ساتھ ہی کچھ مشینیں دھکیل کر میرے سامنے رک دی گئی تھیں اور پھر مجھ سے مسٹر کرامویل نے کہا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ ان مشینوں کے دونوں سمت رکھ دوں میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور میرا رابطہ مشینوں سے مکمل طور پر قائم ہو گیا۔ سامنے ہی ایک اسکرین روشن تھا جس پر الفاظ میں میری کیفیات کی تحریریں آ رہی تھیں۔ مسٹر کرامویل ایک مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ مس ہڈن اور ہڈن بھی ان کے ساتھ اسی مشین پر موجود تھے مس ہڈن خصوصی طور پر اس اسکرین کے سامنے تھی اور جو کچھ اس پر تحریر کی شکل میں آ رہا تھا اسے زور سے دہرا رہی تھی۔ اس نے پہلا جملہ کہا۔

”جسمانی قوت بے حد شاندار۔“ مسٹر کرامویل نے تہہ بلیاں کیں۔ یہ تحریر چند لمحات اسکرین پر رہی اور اس کے بعد دوسری تحریر آئی۔

”شاندار قوت برداشت۔“ مس ہڈن نے کہا پھر تیسری تحریر آئی۔

”قہر کی صورت حال سے نمٹنے کی بہترین صلاحیت قوت کا حامل تازہ ذہن جس کے تمام خلیے سفید ہیں اور ان پر کوئی دھبہ نظر نہیں آتا سوائے چند سرخ نقطوں کے جن میں ایک نقطہ کسی قدر سیاہ ہے۔“ مسٹر کرامویل نے مزید کوششیں کیں اور میرے بارے میں بہت سی باتیں سامنے آتی رہیں لیکن میرے جسمانی نظام پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہ کارروائی جاری رہی اور اس کے بعد مسٹر کرامویل نے مشینیں بند کر دیں پھر وہ کمپوٹر پر میرے نمبر تلاش کرنے لگے ایک ہزار نمبر تھے اور اس وقت مسٹر کرامویل ہی نہیں جولیا ایکسل اور دوسرے تمام لوگ حیران رہ گئے جب لائن کے بعد بھیجی ایک ہزار ہی نمبر نظر آئے جبکہ شاید ایسا پہلے نہ ہوا ہو۔ ان لوگوں کی حیرت سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔

”ہزار میں سے ہزار۔“ جولیا ایکسل نے تھیرا نہ لہجے میں کہا۔

”نامکُن۔“ میرا خیال ہے پہلی بار یہ نمبر دیکھنے کو ملے ہیں۔“ ایک اور شخص نے کہا۔ تیسرا شخص بولا۔

”مسٹر کرامویل کیا کہیں آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔“ مسٹر کرامویل نے بُرے جوش لہجے میں کہا۔

”قطع نہیں کیا۔ آپ اس بات کی توقع رکھتے ہیں۔“

”لیکن ان حالات میں تو ہم ان صاحب کو سپر مین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اتنے نمبر تو شاید کبھی تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ یہ تین دھبے البتہ قابل غور ہیں۔“

”ان کا تعلق ان کی خالص ذاتی زندگی سے ہے۔ مثلاً یہ سیاہ دھبہ کوئی ایسی نوعیت رکھتا ہے جو ان کے لیے کسی پریشانی اور دکھ کا باعث بنی ہے اور یہ مسلسل کچھ ایسے تاثرات ہو سکتے ہیں جو ان کے دل پر آج تک موجود ہوں اور یہ انہیں نہ بھلا سکیں۔ مثلاً عشق، محبت یا کسی ایسی شخصیت سے دلچسپی جو ان کے لیے بہت زیادہ باعث کشش رہی ہو۔ ان دھبوں کی نوعیت اس کے علاوہ اور کچھ ہیں ہے۔“

میں ششدر رہ گیا تھا جو تجزیہ انہوں نے ان دھبوں کا کیا تھا وہ سو فیصد درست تھا۔ سیاہ دھبہ میری اپنی ذات کا ہو سکتا تھا۔ مسٹر کرامویل کا یہ تجزیہ میرے لیے بھی حیران کن تھا۔ مشین سے اتارنے کے بعد مجھے جو تے پہنائے گئے۔ خادمہ نے اس سلسلے میں میری مدد کی تھی اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے لے کر ایک نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ سب کے چہرے مسلسل حیرت کا باعث بنے ہوئے تھے۔ خاص طور سے جولیا ایکسل مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

”حقیقت یہ ہے مسٹر شاہ کہ ہم نے آپ کے بارے میں اس انداز میں اس سے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ ہم آپ کی ذہنی قوتوں کو صرف اس لیے آزمارہے تھے کہ آپ ہمارے کس حد تک کام آ سکتے ہیں لیکن یہ جو کچھ سامنے آیا ہے وہ اس قدر حیران کن ہے کہ ہمارے ہیڈ کوارٹر کو بھی ان تمام تفصیلات کے بعد کچھ نئی سوچوں کا شکار ہونا پڑے گا۔“ میں ان الفاظ پر غور کرنے لگا۔ تمام لوگ خاموش ہو کر کسی سوچ میں گم ہو گئے تھے۔

مجھے میرے کمرے تک لے آیا گیا۔ یہاں پہنچ کر وہ سب مجھ سے رخصت ہو گئے تھے۔ البتہ مس ہڈن کو یہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ مختلطی لڑکی میرے پاس آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔

”کیا مجھے آپ کو تنہا چھوڑ دینا چاہیے مسٹر شاہ!“ اس نے عجیب سے انداز میں سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھیل گئی۔ میں نے اسے بغور دیکھنے ہوئے کہا۔

”یوں لگتا ہے مس ہڈن جیسے آپ کو میرے پاس رکھنے کے لیے مجبور کر دیا گیا ہو۔ اگر آپ کی یہاں موجودگی ضروری نہیں ہے تو پھر آپ اسے طور پر آزاد ہیں۔ اگر چاہنا پسند کریں تو چلی جائے اور اگر بیٹھنا چاہیں تو ضرور بیٹھئے۔ مجھے خوشی ہوگی۔“ اس نے اپنی ہی نگاہ مجھ پر ڈالی اور اس کے چہرے کے انداز میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ چند لمحات وہ گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”حقیقت یہی ہے کہ مجھے آپ کے پاس رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ آپ مجھ سے جو بھی گفتگو کریں اس پر نظر رکھوں۔

آپ کے احساسات کو سمجھ دوس کروں تاکہ انہیں بہتر رپورٹ دے سکوں۔“ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اور آپ یہ بات مجھے بتا رہی ہیں مس ہڈن۔“

”اس کی کوئی خاص اور اہم وجہ نہیں ہے۔ میں نے یہ بات پہلے بھی ان لوگوں سے کہہ دی تھی کہ مجھ پر فریب گفتگو کرنا نہیں آتی اور میں اس کے لیے بالکل غیر موزوں رہوں گی۔ انہوں نے نہیں مانا نہ میں۔ میرا اپنا جو انداز ہے میں اسے ترک نہیں کر سکتی۔“

”آپ مجھے بہت اچھی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔“

”اچھی ہوں یا بُری یہ ایک الگ چیز ہے۔ بس میں اپنے کام میں مصروف رہنا چاہتی ہوں باقی جہاں تک دوسرے معاملات کا تعلق ہے تو میرے ڈیڈی نے پہلے ہی یہ بات ان لوگوں کو بتا دی تھی کہ ہم کسی اور مصرف کے لوگ نہیں ہیں۔“

”آپ کے ڈیڈی نے۔“

”ہاں میری مراد مسٹر ہڈن سے ہے۔“ میں عجیب نگاہوں سے میلسا کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”یوں لگتا ہے مس میلسا جیسے آپ یہاں خوش نہیں ہیں۔“ وہ بھی نگاہیں اٹھا کر مجھ دیکھنے لگی۔ ان آنکھوں میں عجیب سی کیفیات تھیں لیکن اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سنجیدہ تھا اور اس عالم میں وہ گڑیا جیسی بہت حسین لگ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ میرے بارے میں اگر کوئی رپورٹ دینے پر مجبور ہیں تو میں آپ کو اپنے احساسات خود بتانے دیتا ہوں۔ درحقیقت میں کافی الجھا ہوا ہوں۔ آپ جو الفاظ ان سے کہیں وہ یہی کہیں جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔ میں بہت الجھا ہوا ہوں کیونکہ میں بذات خود ایک مستحکم حیثیت کا مالک ہوں اور مجھے کسی کی مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا سودا تھا جو اگر آسانی سے ہو جاتا تو مجھے زیادہ پسند آتا لیکن اب

میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ لوگ مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاہم میں ان سے بدل نہیں ہوں اور ان کی کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے جو پہلا ذہنی جھٹکا لگا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے میرا ایک بمشکل تیار کر لیا ہے۔ اس ہم شکل کے ذریعے انہوں نے میری حیثیت ختم کر دی ہے اور اس بات کی مجھے تشویش ہے آپ ان الفاظ کو اپنے رنگ میں ڈھال کر انہیں رپورٹ دے سکتی ہیں مس ہڈن۔

اس طرح آپ کی یہ مشکل تو حل ہو گئی اور مجھے امید ہے کہ اب آپ ذہنی طور پر اچھی ہوئی نہ ہوں گی۔“

وہ تھیرا نہ نگاہوں سے مجھ دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر مختلف رنگ آرہے تھے پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”اور آپ نے یہ سب کچھ بتا دیا میرا مطلب ہے کہ آپ نے مجھ پر یہ بھروسا کیوں کر لیا؟“

”جانے دیجئے کس ہڈن ان باتوں کو انسان کو زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں پر بھروسا کرنا ہوتا ہے آپ کے چند الفاظ نے مجھے یہ احساس دلایا کہ آپ ایک تیس خاتون ہیں اور صاف ستھری گفتگو پسند کرتی ہیں۔ میں نے آپ کے ذہن کو انجھوں سے نکال لیا اور اگر اب ممکن ہو سکے تو آپ اس موضوع سے ہٹ کر گفتگو کیجئے۔“

”آپ بھی کم اچھے انسان نہیں ہیں مسٹر شاہ۔ درحقیقت میں یہی سوچ رہی ہوں کہ جو مدداری میرے سپرد کی گئی ہے بھلا میں اسے کیسے پورا کر سکتا ہوں۔ کیا رپورٹ دوں گی انہیں اور سب طرح کی لیکن اس کے لیے میں مجبور بھی تھی۔ آپ نے واقعی میری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے اور میں اس کے لیے آپ کی شکر گزار ہوں۔“

”چلیے ہم لوگ دوست بن جاتے ہیں۔“ اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ کیا ہی حسین مسکراہٹ تھی۔ دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا سو میں اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔

”اور آپ مسٹر شاہ حیران کن شخصیت کے مالک ہیں۔ جو رپورٹیں آپ کے بارے میں مشینوں سے موصول ہوئی ہیں وہ ناقابل یقین

تصور کی جاتی ہیں۔ گویا یہ کنوارا دست ہے ان تمام لوگوں کا کہ آپ سپر مین جیسی شخصیت رکھتے ہیں۔ ورنہ جسمانی طور پر اس قدر فٹ لوگ کم ہی

نظر آتے ہیں۔ آپ انتہائی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔ مسٹر شاہ آپ نے کبھی اپنی ان قوتوں کو استعمال نہیں کیا۔“

”مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔“ میں نے کہا۔

”کیسے ممکن ہے۔ انسان ذہنی طور پر طاقتور ہو۔ وہ بہت ساری باتیں سوچ سکتا ہے۔“

”شاید۔“ آپ کا ویسے اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟“

”نہیں حیران میں بھی ہوں اور میرے ڈیڈی بھی لیکن ابھی ہمارے درمیان کوئی ایسی گفتگو نہیں ہو سکی جس سے مجھے ڈیڈی کے خیالات کا اندازہ ہو۔“

”مسٹر ہڈن یہاں کتنے عرصے سے کام کر رہے ہیں۔ میرا مطلب ہے ہارپر مشن کیلئے۔“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر

بولی۔

”تقریباً آٹھ یا نو سال ہو گئے۔“

”اس سے پہلے آپ لوگ کہاں تھے؟“

”بون میں۔“ اس نے جواب دیا۔

”آپ کے ڈیڈی؟“

”ابھی ان تمام تفصیلات میں نہ جائے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ میرے ڈیڈی بون میں رہتے تھے اور ایک اچھی حیثیت کے مالک تھے۔

بہت عرصے سے ہم ہارپر مشن کے لیے کام کرتے ہیں۔“

”آپ کے عزیز واقارب اب بھی بون میں ہوں گے؟“

”پتا نہیں۔“ اس نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ لڑکی خاصی الجھی ہوئی تھی لیکن چند لمحات میں تمام سوالات اس سے کر لینا آسان کام نہیں تھا اور نہ ہی مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کا موضوع بدل دیا اور پھر اس جگہ کے بارے میں اس سے پوچھنے لگا۔

☆☆☆

”مالموں یہ کونسا علاقہ ہے جہاں اس وقت ہم موجود ہیں؟“

”اس کا تعلق مالمو سے تو نہیں ہاں مالمو سے شمال مغرب میں کافی فاصلے پر موجود ہیں۔ یہ جگہ جزیرہ نما ہے۔“

”اوہو میں اسے صرف جزیرہ سمجھتا تھا۔“

”نہیں یہاں سے خشکی کا راستہ دوسرے شہروں کی جانب نکل جاتا ہے لیکن درمیان میں بڑے بُرے خطر علاقے پڑتے ہیں۔ اس لیے اسے عام گزرگاہ کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا۔ یہ برفانی تو دوں کی سرزمین ہے اور تقریباً ناقابل عبور ہی سمجھی جاتی ہے۔ زیادہ تر سفر اسٹیمروں کے ذریعے ہوتا ہے یا پھر خصوصی طور پر یہیلی کا پٹر استعمال کیا جاتا ہے۔ خشکی کے راستے میرا مطلب ہے برفانی راستے سے گزرنا تقریباً ناممکن تصور کر لیا گیا ہے۔“

”بہت خوب بڑی دلچپ معلومات فراہم کی ہیں آپ نے مجھے۔“

”میرا خیال ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ کو یہاں کی سیر کرانی جاسکتی ہے۔“

”اس کے ذرائع ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم ایک مخصوص جگہ تک بذریعہ جیپ سفر کر سکتے ہیں بس وہاں سے آگے بڑھنے کا معاملہ ذرا بُرے خطر ہو جائے گا۔ اس لیے ادھر کارخ نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے اسٹیمر بھی موجود ہیں جن کے ذریعے سیر کی جاسکتی ہے اور مجھے یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ آپ کو اس دوران مطمئن رکھا جائے۔ چنانچہ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کی افسر سیاحت میں ہی ہوں۔ اگر آپ کسی قسم کی خواہش محسوس کریں تو مجھے اس کے

بارے میں بتا دیجئے گا۔“

”سوری مس ہڈن آپ کے ڈیڈی کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا؟“

”نہیں اس لیے کہ ڈیڈی بھی ان کے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔“

”مجبور؟“ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور وہ بھی جیسے الجھن لگی۔ اس نے کہا۔

”دیکھئے آپ اتنے اچھے انسان ہیں کہ میں آپ کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن پلیز ایسے جھٹے ہوئے سوالات نہ کریں جن کے جواب اگر میں غلط نہیں میں آ کر دے بھی جاؤں تو مجھے بعد میں ان کا نقصان اٹھانا پڑے۔ یہ ہمارے درمیان ایک دوستانہ کیفیت ہوگی اور میں اس کے لیے آپ سے درخواست کر سکتی ہوں۔“

اس کے ان الفاظ سے مجھے مکمل طور پر اس بات کا یقین ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹی کسی ایسے جال میں گرفتار ہیں جس سے وہ خوش نہیں ہیں اور اب ان الفاظ کی روشنی میں مجھے مسٹر ہڈن کی کیفیت کا احساس بھی ہوتا تھا۔ وہ بہت زیادہ سنجیدہ اور دلی فطرت کے مالک تھے جب کہ مسٹر کرامویل خاصے ہشاش بشاش اور تیز طراوی نظر آتے تھے چونکہ اس نے اس سلسلے میں مجھے منع کیا تھا چنانچہ اس وقت اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے اس اپنے جزیرہ کی سیر کرانیں۔“

”اس کا بندوبست ہو جائے گا۔“ اس نے کہا اور کچھ دیر بعد میرے پاس سے چلی گئی۔ میں نے اس سلسلے میں بہت سی باتیں پوچھی تھیں۔ یہ جو سب کچھ ہو رہا تھا اس کے لیے میں نے خود کو آمادہ ہو کر لیا تھا لیکن اب یہاں آ کر یہ احساس ہو رہا تھا کہ کچھ الجھنیں پیش آ سکتی ہیں لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔ بھلا مجھ جیسے معمولی آدمی کو جس نے بسوں کی صفائی کر کے بسوں میں راتیں گزار دی تھیں۔ یہ سب کچھ خواب ہی محسوس ہوتا تھا جو میرے سامنے تھے۔ اتنی بڑی حیثیت حاصل ہوئی تھی مجھے کہ شاید میرے جیسی حیثیت کا کوئی نوجوان عالم خواب میں بھی تصور

نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب وقت نے جب یہ مقام دیا تھا تو وقت ہی کے سہارے اپنے آپ کو آگے بڑھانا تھا۔ بہت زیادہ جدوجہد اور ذہانت کا مظاہرہ بھی بعض اوقات مصیبتوں کا باعث بن جاتا ہے اور یہ مصیبتیں میں خود پر نازل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ خاموشی سے دیکھتے رہنا ہی مناسب تھا۔ دوسرے دن ایک شاندار جیپ کے ذریعے مجھے جزیرہ کی سیر کرانی گئی۔ میری معاون اور رہنما مس ہڈن ہی تھیں جیپ کا اسٹیرنگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اس کے برابر بیٹھ گیا اس نے سر پر ایک بڑا رد مال باندھا ہوا تھا۔ اس کے سرپا سے اٹھنے والی ہیک بے خود کر دینے والی تھی۔ مگر میں خود کو سنبھالے رہا۔ میں اس کے ساتھ جزیرہ کے برفانی مقامات کی سیر کرتا رہا۔ ہر لحاظ سے ایک مکمل جگہ تھی۔ تھوڑا

ہٹ کر سمندر کا نیلا پانی تا حد نگاہ پھیلا ہوا تھا اور آسمان کی وضعتیں اس سے لپٹی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ برف کی سرزمین پر درخت بھی نہائے کھڑے ہوئے تھے یہاں سفید خمرگوشوں کی بھرمار تھی جو اس طرح چوڑیاں بھرتے پھر رہے تھے کہ کہیں بھی انہیں ہاتھ بڑھا دیا پکڑا لیا ان کے

قریب ہو جاؤ۔ اکثر جیپ کو ان کی وجہ سے رکنا پڑتا تھا وہ بھی شاید مانوس تھے چونکہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے اس سے بہت سے سوالات کئے اس نے بتایا کہ ویسے تو یہ علاقے صاف ستھرے ہیں لیکن کبھی برفانی ریچھ کے ٹوٹے ٹوٹے لے آ جاتے ہیں اور اس وقت خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دُور دور تک جانے کی ممانعت ہو جاتی ہے۔ موسم کے ختم ہونے کے ساتھ یہ ریچھ واپس چلے جاتے ہیں۔“

”یہاں آپ لوگوں کے علاوہ اور بھی کوئی آبادی ہے؟“

”ارے نہیں ذاتی سمت جدھر سے ہم ابھی تک نہیں گزرے باقاعدہ آبادی ہے لوگ رہتے ہیں اور زندگی کے معمولات میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے اور یہ مختلف قسم کا کاروبار کرتے ہیں۔“

”آدمروقت کا ذریعہ؟“

”اسٹیمر۔ یہ صرف سمندری راستے استعمال کرتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی قافلے خشکی کے راستے بھی وہاں پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن دوبارہ کسی کا حوصلہ نہیں ہوتا کہ ان راستوں سے سفر کرے۔ بس یہ ہم جو قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو کبھی کبھی ٹولیاں بنا کر ادھر سے نکل جاتے ہیں۔“

دوسرا دن بھی اس کے ساتھ سیاہی میں گزرا۔ البتہ اس کا کاروبار آواز بنائی ہوئی تھا۔ اس نے جولا یا تھی جسے

it surdu.blogspot.com



میں نے دور دورہ کی کہانی سنی ہے۔ لیکن میں وہ نہیں سمجھتا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ یہ تو تازہ نظر آتی تھی۔ میں نے البتہ سرد مہری سے اس کا استقبال کیا تھا۔ مجھ سے ہاتھ ملانے ہوئے اس نے لہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور ہنس کر بولی۔

”سپر مین کو کسی بھی طرح ذہنی طور پر کھتر سمجھنا خود سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ میں اگر الفاظ کا ہیر پھیر کروں تو مجھے خود ہی شرمندگی ہوگی۔ کہنا یہ چاہتی ہوں کہ آپ کچھ زیادہ خوش نظر نہیں آتے مسٹر شاہ۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”عجیب باتیں کرتی ہیں آپ مس جولیا! آپ کے خیال میں مجھے خوش ہونا چاہیے؟“

”سچی نہیں۔“ اس نے میرے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میں نے اب تک کی زندگی نہایت مصروف اور آزاد گزاری ہے۔ ایک ایسی جگہ جس کے بارے میں مجھے مکمل طور پر علم بھی نہیں ہے۔ میری مجبور آزمائش کیا مجھے خوش رکھ سکتی ہے؟“ اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ یقینی طور پر بروایت محسوس کر رہے ہیں۔ کیا ابھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ اپنی مصروفیات کی زندگی سے تھک کر گوشہ نشین ہو گئے ہوں اور آپ نے کچھ دن ایسی جگہ گزارے ہوں جس کا آپ کی کاروباری زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔“

”ہوا ہے میڈم جولیا۔ لیکن اُس وقت میں نے خود کو مکمل طور پر آزاد اور خود مختار سمجھا ہے۔“

”کیا یہاں آپ کی خود مختاری میں کوئی خلل اندازی کی گئی ہے؟“

”نہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں نے اب تک تمام لوگوں سے مکمل تعاون کیا ہے اور کوئی ایسا انحراف نہیں کیا جس سے کسی کو میرے معمولات پر پھرا لگانے کی ضرورت پیش آتی۔“

ہاں مجھے اس کا علم ہے لیکن براہ کرم سوچنے کے انداز کو ذرا سنبھال دیجئے مسٹر شاہ! درحقیقت کچھ ایسے عوامل ہیں جن کی بنا پر یہ ضرورت پیش آئی۔ آپ بذات خود ایک مکمل انسان ہیں لیکن ہم چونکہ ایک بہت بڑی قیادت آپ کو سونپ رہے ہیں اس لیے اپنے طور پر احتیاط کر لینا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو آپ کو بتانی ہی جا چکی ہے کیونکہ آپ اپنا عہدہ سنبھالیں گے اور ہارپر مشن کے ایک بہت ہی مضبوط ستون کی حیثیت سے یہ ذمہ داریاں قبول کریں گے تو آپ کو ایشیا کے بیشتر ممالک کے ذہن ترین دماغوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کبھی بھی ایسے حالات بھی پیش آ سکتے ہیں جن کے لیے آپ کو جسمانی طور پر بھی مصروف ہونا پڑے۔ بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان چیزوں میں آپ کو اپنے وسائل کے مطابق مکمل کر کے آپ کی دنیا میں واپس بھیجا جائے اور اس کے لیے تھوڑا سا انتظار ہو رہا ہے۔“

”آپ کو علم ہے کہ میں جس پیمانے پر ہی سہی اپنا کاروبار کر رہا تھا وہ میرے لیے ناقابل قبول یا ناپسندیدہ نہیں تھا اور میں مصروف زندگی گزار رہا تھا۔ یہ بیکاری ایک طرح سے میرے لیے مجبوری بن گئی ہے کیونکہ میں آپ لوگوں کی دعوت پر یہاں آیا ہوں لیکن اس مجبوری کو میں خوشی تسلیم نہیں کر سکتا۔“

”صرف اتنا عرض کر سکتی ہوں مسٹر شاہ کہ اس تعاون کے صلے میں آپ کو جو کچھ ملے گا آپ اس سے بہت خوش ہوں گے۔“

”بہر حال میڈم اس کے بعد مجھے کتنا عرصہ یہاں گزارنا ہوگا۔“

”بہت مختصر۔“

”میں اس سلسلے میں پریشان بھی ہوں جس شخص کو آپ نے میری حیثیت دی ہے پتا نہیں وہ میرے معیار کی گفتگو کرتا ہے یا نہیں وہ میرے معیار کے مطابق کل کرتا ہے یا نہیں اور اس کی کسی غلط حرکت سے میرے مستقبل پر کیا اثر پڑے گا۔“

”آپ یقین کیجئے اس سلسلے میں نہایت محتاط رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس شخص کو آپ کی حیثیت سے منظر عام پر صرف اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگ حقیقت کو نہ سمجھنے پائیں۔ وہ دو ایک تقاریر میں مصروف ہونے کے بعد ایک جگہ قیام پذیر ہے اور اس کی تمام کارروائی محدود کردی گئی ہے۔ تاہم آپ اطمینان رکھئے کہ صرف ایک ہفتہ آپ کا اور یہاں صرف ہوگا اور اس کے بعد آپ ان تمام تر اعزازات کے بعد اپنے وطن واپس جا سکیں گے۔“

”دن نوٹ کر لیجئے میڈم جولیا آپ۔ اس کے بعد شاید میں آپ کے ساتھ تعاون نہ کر سکوں۔“

”آپ کی تمام آنکھوں کا ہم پورا پورا خیال رکھیں گے کیونکہ مستقبل میں ہمیں بہترین دوستوں کی مانند ساتھ رہنا ہے۔“ جولیا تھوڑی دیر تک بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہی اس نے مجھے بتایا کہ میرے وطن میں میری مصروفیات کی تفصیلات شائع ہوتی رہتی ہیں اور نہایت اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کسی بھی طور میرے لیے اچھن کا باعث بن سکے۔ پھر وہ چلی گئی مجھے یہ نہیں پتا چلا کہ بعد میں وہ یہاں سے واپس کب گئی البتہ نیکی کا پڑ چکا تھا۔

”اسی رات مسٹر کرامویل نے ڈنر کے بعد مجھ سے ملاقات کی کہنے لگے۔

”اور اب مجھے ہدایت دی گئی ہے مسٹر جہانزیب شاہ کہ اپنے وہ عمل آپ پر زماؤں جن کے بعد آپ یہاں سے واپس چلے جائیں اور ہارپر مشن کے ذمہ دار ارکان آپ سے مطمئن ہو جائیں۔“

”ان کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟“

”کچھ نہیں کرنا تو ہمیں ہوگا میرا خیال ہے اس وقت سوا دس بج رہے ہیں۔ ٹھیک گیارہ بجے آپ کو لیبارٹری جانا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ مسٹر کرامویل اس کے بعد چلے گئے تھے اور میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔ یہ ناگہانی پیش آئی تھی لیکن ہو سکتا ہے اس کے بعد کچھ بہتری پیدا ہو جائے۔ گیارہ بجے مجھے اسی لیبارٹری میں لے جایا گیا اور یہاں چند افراد مجھ پر مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے مجھے لباس سے عاری کر دیا گیا۔ صرف جسم کے مخصوص حصوں پر ایک لباس دے دیا گیا تھا۔ پھر میرے جسم پر ایک محلول کی مالش کی گئی اور اس کے بعد چند منٹ انتظار کیا گیا۔ پھر وہ لوگ مجھے لے کر ایک میز پر آ گئے اور مجھے اس پر لٹا دیا گیا۔ کرامویل ہڈن اور میلسا ہڈن چند معاونوں کے ساتھ مجھ پر کارروائیاں کرنے میں مصروف تھے۔ ایک خاص قسم کی مشین میرے سر سے تقریباً تین فٹ اوپر لاکر فٹ کردی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔ مشین سے ٹھنڈی نیلی شعائیں بلند ہوئیں اور اس کے بعد میں ان کے دائرے میں جکڑا گیا۔ میرے ہوش وحواس قائم تھے لیکن میرے پورے بدن کو ایک عجیب سے سرور کا احساس ہو رہا تھا۔ دماغ میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی تھی اور میرا آخری احساس یہی تھا کہ دیکھئے اب میرا کیا بنتا ہے۔ پھر اس کے بعد میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے اور میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا جسے نہ بے ہوش کہا جاسکتا تھا نہ ہوش۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں زمین کی پستیوں سے کچھ بلند ہوں اور میرے ارد گرد عجیب و غریب مسئلے پھیلے ہوئے ہیں۔ کبھی میں خود کو کسی اچھن میں گرفتار پاتا اور کبھی میرا جسم بالکل ہلکا محسوس ہوتا لیکن یہ سب عالم ہوش میں نہیں تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے خلاؤں میں تیر رہا ہوں۔ جسمانی کیفیت بالکل بہتر تھی۔ کبھی یہ محسوس کرتا کہ میرے اعضاء کسی خاص مشینی انداز میں عمل کر رہے ہیں۔ کبھی اپنے آپ کو خلا میں فلا بازیوں کھاتے ہوئے پاتا اسی طرح وقت گزرتا رہا اور جب حواس واپس آئے تو میں ایک نرم اور آرام دہ بستر پر دراز تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں لیکن ہوش وحواس مکمل طور پر کام کر رہے تھے۔ مجھے اپنے بدن کے نیچے بستر کا احساس ہو رہا تھا مگر میں نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ جسم میں کوئی کمزوری نہ تھی یا تکلیف نہیں محسوس ہو رہی تھی بلکہ ایک عجیب سی توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ بالآخر میں نے آنکھیں کھول دیں پتہ نہیں کون سی جگہ تھی۔ یہ ہوش اور بے ہوشی کے لحاظ دیر تک میرے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس دوران میں بہت سی ایسی چیزوں سے آشنا ہو گیا ہوں جن کے بارے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اس میں مارشل آرٹس کے داؤچ بھی شامل تھے۔ مجھے یاد آ رہا تھا کہ عالم بے ہوشی میں میں نے جسمانی طور پر وہ تربیت حاصل کی تھی جسے مارشل آرٹ کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ عجیب و غریب انداز تھا۔ میں دیر تک سوچتا رہا۔ اس دوران شاید میں نے آنکھیں کھول لی تھیں اور چھت کو گھورتا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سینے پر ایک نرم و نازک ہاتھ اٹکا اور میں نے نگاہوں کا زادیہ تبدیل کر کے اس طرف دیکھا میلسا ہڈن کبھی جوئرس کے سفید لباس میں ملبوس میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ درحقیقت اس کی مسکراہٹ ایسی تھی کہ اس کے بعد انسان کی ذہنی کیفیت خراب نہیں رہتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جس نے چند لحظات اسے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

”کیا میں اٹھ کر بیٹھ سکتا ہوں؟“

”کیوں نہیں۔“ اس نے جواب دیا اور میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا اور اس کے بعد چپکے سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

”تو تم لوگوں نے میری اچھی خاصی درگت بنا ڈالی ہے۔“ میلسا ہنس پڑی۔ پھر اس نے کہا۔

”اگر کبھی بھی ہوش مند آدمی کو اس درگت کی پیشکش کی جاتی اور اسے بے اختیار ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اس کی اپنی کیا کیفیت ہوگی تو شاید وہ اپنی زندگی کا تمام تر سرمایہ دے کر یہ درگت بنوانا پسند کرتا۔“

”بہت بڑا احسان کیا ہے آپ لوگوں نے مجھ پر۔“ میں نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”اوہ ہوسوری مسٹر شاہ آپ شاید بہت زیادہ ناراض ہو گئے ہیں۔“

”اب کیا کرنا ہے مجھے یہ بتائیے۔“

”براہ کرم یہ گاؤں پہنچئے۔ اس کے بعد آپ کو مسٹر کرامویل سے ملنا ہوگا۔ انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کے ہوش میں آ جانے کے بعد میں آپ کو ان تک لے آؤں۔“ وہ محتاط ہوئی۔ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق گون پہنا اور اس کے بعد مجھے میلسا ہڈن کے ساتھ واپس اسی لیبارٹری میں جانا پڑا۔ مسٹر کرامویل مجھے دیکھ کر خوشی سے مسکرا اٹھے پھر انہوں نے تعریفی نگاہ سے مجھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”درحقیقت ہم نے ہارپر مشن کے لیے ایک نوآبادی چیتا تیار کیا ہے جو جسمانی طور پر انتہائی طاقتور ذہنی طور پر بے پناہ قوتوں کا حامل اور ان تمام ضروری فنون سے آراستہ ہے جو بددیوانیاں اپنے دشمنوں کو نیچے دکھانے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے مسٹر شاہ کہ آپ کو کچھ ذمہ داریاں سونپی گئیں لیکن یہ بھی ایک بڑی سچائی ہے کہ آپ کی اپنی قدرتی حیثیت کی بنا پر ہارپر مشن نے آپ پر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کر دیا اور آپ کی شکل میں ایک ایسا شخص تیار کر لیا گیا ہے جسے طبعی طور پر مشینیں نہیں کہا جاسکتا لیکن جولا تعداد انسانوں میں بڑی حیثیت کا مالک ہے اور اس جیسے کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔“ میں سرد لگا ہوں سے کرامویل کو دیکھ رہا تھا۔ کرامویل نے میری طرف توجہ دینے بغیر بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہارپر مشن کے کرتا دھرتا اپنی کارروائیاں سے بے حد خوش تھے۔ اس کا اندازہ ان کی کیفیات سے ہوتا تھا۔ مسٹر کرامویل اپنا کام پورا کر چکے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر میرے لیے مکمل اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ یعنی وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس کی تکمیل بڑے شاندار طریقے سے ہوئی تھی۔ مجھے ابھی یقین رکھا گیا تھا اور اس سلسلے میں ابھی تک میری ان سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ مجھے کتنا عرصہ یہاں رہنا پڑے گا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ظاہر ہے کسی قسم کا بے چینی کا اظہار میری کمزوری سمجھا جاتا اور میں کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جن فوری دہلیسے بھی میرے لیے کوئی ناپسندیدہ جگہ نہیں تھی۔ البتہ کبھی کبھی یہ احساس ضرور ہوتا تھا وہ شخص جو میرے میک اپ میں میری جگہ لیے ہوئے ہے کہیں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے میری ذات و اعذار ہو جائے۔ ویسے مسائل اور بھی بہت سے تھے لیکن وہی بات کہ اکیلی جان سے کون کون سے مسائل منسلک رکھتا وہ مجھے جو میرے دماغ پر دریافت کئے گئے تھے اہم ترین تھے لیکن ہر چیز تو اپنے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ انہیں کیسے منایا جاسکتا تھا چنانچہ اس کے لیے سوائے صبر کرنے کے میرے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ہاں موجودہ مسائل ذرا قابل غور تھے۔ یہ نہیں سوچنا تھا میں نے کہ ہارپر مشن سے یہ معاملات طے کرنے کے سلسلے میں اس طرح ان کے جنگل میں آپ پھنسنے پڑے گا۔ میری تکمیل کے بعد مجھے ایک تماشا بنایا گیا تھا۔ مجھے ان کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے۔ اندازہ یہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق مختلف ممالک سے ہے۔ مسٹر کرامویل ان کا استقبال کرتے عموماً جولیا ان کے ساتھ ہوتی۔ غالباً وہ افسر سیاحت تھی یا پھر میری انچارج۔ کیونکہ وہی مجھے مختلف لوگوں سے متعارف کراتی تھی وہ لوگ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتے۔ دنیا کی اقتصادیات کے بارے میں مجھ سے بڑی اچھی بحثیں کی جاتیں اور میں نہایت سنجے ہوئے انداز میں انہیں جواب دیتا۔ جس وقت میں یہ جواب دے رہا ہوتا تھا مجھے اپنے ذہن میں کوئی تبدیلی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ سوائے اس حیرت کے جو خود میرے اپنے دل میں ہوا کرتی تھی اور وہ حیرت اس بنیاد پر تھی کہ میں دنیا کی اقتصادیات کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتا ہوں۔ میری کوئی تربیت نہیں تھی بلکہ بلاشبہ یہ ہارپر مشن کے کرتا دھرتاؤں کا کام تھا اور میں جب بھی اس بارے میں سوچتا تو انہیں داد دینے بغیر نہیں رہ پاتا تھا۔

بارہا ہتھائیاں میں میں نے اپنی ذات کا تجزیہ کیا اور یہ سوچا کہ میں کیا کچھ بن گیا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اندر ایک قوت پرواز پیدا ہو گئی ہو۔ میں زمین سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہوں اور وہاں سے زمین کے رہنے والوں کے مسائل دیکھ سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں ان مسائل کا حل موجود ہے۔ کم از کم میں کسی بھی ملک کی بنیادی پالیسی کے بارے میں ان ممالک کے ماہر اقتصادیات سے زیادہ جانتا ہوں اور جب یہ احساس میرے دل میں جا گزریں ہوتا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہتی۔ ہاں اس کے ساتھ ہی میرے اپنے دل میں اپنے وطن اپنے پیارے پاکستان کا تصور بھی جاگتا اور میں یہ سوچتا کہ وہ وقت جس قدر جلد آ جائے اچھا ہے جب میں اپنے وطن میں پہنچ اپنے وطن کو اپنا وطن بناؤں۔

جاؤں۔

پھر کچھ مہمانوں سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ یہ لوگ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے باشندے تھے۔ ہارپر مشن کے نمائندے مجھ سے بہت سی باتیں کرتے رہے۔ ایشیا کی جغرافیائی کیفیت کے بارے میں اور وہاں کی موجودہ صورت حال کے بارے میں میری ان لوگوں سے گفتگو ہوئی رہی۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ چلے گئے مگر جولیا میرے پاس ہی رہ گئی۔ مجھے ساتھ لے کر تجربے گا کہ وہ باہر نکل آئی اور ہم ٹھہرتے ہوئے ڈورنک پہنچ گئے۔ اس کی مسکرائی نگاہوں میں نجانے کون کون سے جذبات چمک رہے تھے۔

”میرا خیال ہے یہاں کچھ دیر بیٹھا جائے۔“ وہ ایک جانب پڑے ہوئے درخت کے تنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی میں نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔

جولیا نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی پھر مجھ سے بولی۔

”تمہیں اکتاہٹ تو نہیں ہو رہی شاہ؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں میڈم۔ ظاہر ہے مجھے یہاں ایک مقصد کے تحت رکھا گیا ہے اور مقصد کی تکمیل ہی بنیادی چیز ہے۔ اس میں اکتاہٹوں کو شامل نہیں ہونا چاہیے۔“

”ہاں یقیناً۔“ ویسے تم ناؤ یا نہ مانو مشن کو تمہاری شکل میں ایک شاندار نمائندہ ملا ہے۔ سب کو امید ہے کہ تم مشن کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائے گے مگر بہر حال تم انسان ہو اُتر انسان کی اپنی بھی کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ انسان اور مشین میں فرق ہوتا ہے نا۔ مشینوں کے پاس اپنی سوچ نہیں ہوتی جذبات نہیں ہوتے جبکہ انسان اس بے بسی کا شکار ہے۔ اس کے اپنے جذبات بھی اسے مفلوج کر دیتے ہیں اچھا تم یہ بتاؤ واپس جانے کے بعد تم کیا کرو گے؟“ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”اسی انداز میں زندگی گزاروں گا جس انداز میں گزارتا رہا ہوں۔ مشن نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں ان کی تکمیل بھی کرنا ہے مجھے۔ گوا بھی تک اس کی تفصیلات میرے پاس نہیں ہیں۔“

”اور اپنے لیے کیا کرو گے؟“

”یہ سب کچھ اپنے لیے ہی ہوگا۔ میڈم جولیا میں اگر ان تمام چیزوں کا خواہشمند نہ ہوتا تو زندگی اپنی دولت کے سہارے ایک گناہ گشتے میں گزاری جاسکتی تھی۔ جسکی دولت میرے پاس ہے میرا خیال ہے میری موت کے بعد بھی دوسروں کے کام آئی اور مجھے اپنی پسند کی زندگی گزارنے میں کوئی وقت نہ ہوئی۔ لیکن بس انسانی سوچ ہے۔ نجانے کیوں وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے جو اس کی ضرورت سے بھی الگ چیز ہوتی ہے۔ شہر نام، حیثیت یہ ضرورتوں کی تکمیل کے بعد خواہشوں کی شکل میں بیدار ہوتی ہے اور انسان اپنی عام ضرورتوں کی تکمیل کے بعد ان چیزوں کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہے۔ نجانے اس کے بعد کیا ہوگا اس کا اندازہ مجھے ابھی نہیں۔“

”خواہشات میں اور کچھ شامل نہیں ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”عورت؟“ میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑی۔

”تمہیں اسی طرح یہ سوال کرنا چاہیے تھا۔“

”سوال درست ہے نا؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”میں نہیں جانتا میڈم جولیا کہ اس سلسلے میں میرے دل میں کوئی تصویر کیوں بیدار نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے کوئی ایک لمحہ اس خواہش کا سبب بن جائے اور میں اس بارے میں سوچنے لگوں۔“

”اور اگر کوئی اور تمہارے بارے میں سوچے تو؟“

”یہ اس کا اپنا مسئلہ ہوگا۔“ میں نے کندھے جھٹکتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

”اس کی سوچ کی تکمیل میں تم اس کی کوئی مدد کر سکو گے؟“

”یہ وقت پر منحصر ہے۔ میں وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتا ہوں۔“

”تم بے شک شہر نام ہو اور وہ شہر نام ہے۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“

”اس نے سوال کیا۔“



گیا ہے۔ شاہرہ کی لڑکی تمہیں نظر نہیں آسکتی تھی۔ تمہارے منہ پر ہنسنا تھا۔ تمہارا منہ ہنس رہا تھا۔ اس نے کہا: ”میں تمہارے سبک ایذا دینے والی ہوں۔ تمہاری نگاہوں سے وہاں کی روایات کا مشاہدہ کروں۔“

جواب میں اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ اس وقت مجھے وہ بالکل ایک عام سی لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کی بھی وہی خواہشات تھیں کہ کوئی اسے چاہے اس کے حسن کو سراہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ لڑکیاں چاہے کہیں کی بھی ہوں مگر اندر سے سب ایک سی ہوتی ہیں۔ سب کے جذبات ایک سے ہوتے ہیں وہ ایک لمحہ توقف کے بعد پھر بولی۔

”ہاں“ تم یہ کر سکتے ہو شاہرہ! مشن میں میری حیثیت پر وٹو لو! اسفر کی ہے۔ میں اور بھی بہت سے کام سرانجام دیتی ہوں لیکن اصل کام یہی ہے میرا البتہ اگر تم اپنی مدد کے لیے مجھے مشن سے مانگ لو تو تمہیں انکار نہیں کیا جائے گا۔ میں تم پر بار نہیں ہوں گی شاہرہ! بلکہ تمہاری اسسٹنٹ کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کرتی رہوں گی۔ مجھے کارآمد پادشاہ تو اپنے ساتھ رکھ لینا، اگر کسی طرح تمہارے ذہن پر بار بن جاؤں تو واپس کر دینا۔ یقین کرو میری یہی آرزو ہے۔“

”اور اگر مشن اس کے لیے تیار نہ ہو تو؟“

”تو پھر میری تقدیر ہوئی۔ میں بھلا زبردستی کیسے کر سکتی ہوں۔“

”تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا میڈم جولیا۔ ویسے مشن نے میرے سلسلے میں جو کچھ کیا ہے ابھی تک حقیقی معنوں میں مجھے اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔“

”جولیا! کیسل مجھے وہ عجیب و غریب باتیں بتا رہی تھی جن پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ابھی تک اپنے آپ کو زبانا نہیں تھا لیکن یہ بھی نہیں جانتا تھا میں کہ میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ جو کچھ عالم ہوش میں تھا وہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے میرے اندر یہ ساری اہم تبدیلیاں رونما ہو جاتیں۔ تاہم ذرا سا اُلجھا ضرور تھا۔ آخر یہ تبدیلیاں میرے اندر کس انداز میں پیدا کی گئی ہیں۔ اس کا علم کیسے ہو۔“ ہرچیز جولیا سے پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے فوراً اپنے ذہن کو اس جانب سے ہٹالیا۔ جولیا کہنے لگی۔

”کیا سوچنے لگے شاہرہ؟“

”اسی حیرت ناک تجربے کے بارے میں جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔“

”انسانی دماغ آسمان کی وسعتوں تک پہنچ جانا چاہتا ہے۔ وہ کائنات میں بکھرے ہوئے تمام سیاروں پر اپنی حکمرانی چاہتا ہے۔ پتا نہیں اس میں اسے کہاں تک کامیابی حاصل ہوگی۔ چھوڑو! ان باتوں کو۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ کب تمہیں واپسی کی اجازت دی جائے۔ بس میں نے جو درخواست کی ہے اسے ذہن سے نہ نکالنا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

”اگر مجھے یہ اختیار دیا گیا مس جولیا تو میں یقینی طور پر آپ کی خواہش کی تکمیل کروں گا۔“ وہ بے حد خوش ہوئی پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔

بلاشبہ پچھلے دنوں میں جس بیزار کن کیفیت سے گزر رہا تھا۔ اب وہ کیفیت نہیں تھی۔ ایک سکون تھا! ایک ایسا احساس تھا جو مجھے بے چین نہ ہونے دیتا تھا۔ یہاں کے معمول بدستور وہی تھے اور باقی تمام لوگ بھی مطمئن نظر آتے تھے۔ مس ہڈن ہمیشہ کی طرح میری خدمت کرتی تھی۔ اس کی ذمہ داری یہی تھی ویسے اس کی شخصیت میں یہ بات مجھے پسند تھی کہ اس پر برومان طاری نہیں ہوا تھا۔ ہر طرح سے بے تکلفی سے مجھ سے گفتگو کرتی۔ بعض اوقات اس کی آنکھیں ضرور کچھ کہتی نظر آتی تھیں مگر اس نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہڈن عادت کے مطابق خاموش رہتا تھا اور کوئی ایسا اہم واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہوتا۔ لیکن اگر واقعات زندگی میں شامل نہ ہوں تو شاید زندگی کی کہانی ادھوری ہی رہ جائے۔ تبدیلیاں ہونا نہیں اور اس انداز میں ہونا نہیں کہ واقعات کا رخ بھی تبدیل ہو جائے اور یہ تبدیلی بالآخر مجھ تک پہنچ گئی۔ مجھ پر کیے جانے والے تجربات کی تکمیل کو تفریباً پانچ دن گزر چکے تھے۔ اس وقت لیبارٹری میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کرا مویل کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ شام کا وقت تھا! مس ہڈن میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ہڈن بھی وہاں پہنچ گیا۔

”ارے اتنے خوبصورت موسم میں تم لوگ بوڑھے لوگوں کی طرح یہاں بیٹھے ہو یہ موسم تو فضاؤں میں پرواز کرنے کا ہے۔“ وہ ہتھکڑی لگاتے ہوئے بولا۔ اس وقت اس کے چہرے پر بچوں جیسی خوشی تھی۔ میں جب سے یہاں آیا تھا آج تک میں نے اس کے چہرے پر یہ کیفیت نہیں دیکھی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میلسا کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر ہڈن! لیکن آپ لوگوں نے مجھے یقینی طور پر ذہنی طور پر بوڑھا کر دیا ہے۔ کوئی بھی موسم میرے دل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔“

ہڈن نے سنجیدہ نگاہوں سے مجھ کو دیکھا اور بولا۔

”درحقیقت بعض اوقات انسان کے دل میں کسی بھی چیز کے لیے کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی لیکن اگر اسے تحریک دی جائے اور اس چیز کی طرف متوجہ کیا جائے تو اس کے حصول کے بعد وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بڑی غلطی کر رہا تھا۔ آپ یہاں اس چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے دل میں باہر کے موسم سے لطف اندوز ہونے کی کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی لیکن اگر ہم آپ کو باہر کے موسم میں لے جائیں“ سیر و سیاحت کرائیں تو آپ کو کیا احساس ہوگا کہ اس چھت کے نیچے بیٹھے رہ کر آپ کتنی بڑی غلطی کر رہے تھے۔“ میں نے کہا۔

”اگر آپ تیار ہوں تو۔“ ہڈن نے کہا۔

”میں آپ لوگوں سے کسی بھی بات میں کب انکار کرتا ہوں۔“ میں نے کہا تو ہڈن اثبات میں سر ہلا کر میلسا سے مخاطب ہو کر بولا۔

”میلسا جاؤ! تیار ہاں کرو۔ باہر پہلی کا پٹر موجود ہے۔ ہم فضا سے ان برفانی چوٹیوں کا نظارہ کریں گے جو اس موسم میں بے حد خوبصورت لگتی ہیں اور یقینی طور پر مسٹر شاہرہ کو یہ منظر بے حد پسند آئے گا۔“

میلسا خاموشی سے اٹھ گئی۔ ہڈن میرے پاس بیٹھ گیا۔

”حقیقت یہ ہے مسٹر شاہرہ کہ زندگی بالکل یقینی ہو کر رہ گئی ہے۔ کوئی تبدیلی نہیں ہے اس میں۔ بہتر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ معمولات میں تبدیلی پیدا کی جاتی رہے۔ اس طرح ذہنی تو میں بھی زیادہ مؤثر طریقے سے کام کرتی ہیں۔“

”کیوں نہیں؟ میں آپ سے متفق ہوں مسٹر ہڈن۔ ویسے کیا اس وقت آپ کو فرصت ہے؟“

”ہاں! بس یوں سمجھ لیں کہ مجھ پر بھی تھوڑی سی اکتاہٹ سوار ہے۔ ویسے مسٹر کرا مویل اس وقت ایک تھوڑی پر کام کر رہے ہیں اور جب وہ مصروف ہوں تو انہیں میری ضرورت نہیں ہوتی۔ میں صرف لیبارٹری میں انہیں ٹیٹ کرتا ہوں! چنانچہ مجھے فرصت ہے۔“

”مسٹر! بس تیار ہیں اور میں ان سے بات کرتی ہوں۔“ وہ آتے ہی بولی۔

”گلد..... دیر کی گلد! میں اپنا خصوصی بیگ بھی لے جاؤں گا تاکہ ہم باقاعدہ تفریح کریں۔ تم شاہرہ کو لے کر پہلی پید پر پہنچو۔“

پہلی کا پٹر شاید کسی خصوصی وجہ کے تحت یہاں چھوڑ دیا گیا تھا کیونکہ عام طور سے وہ یہاں نہیں ہوتا تھا۔ اس کا پلٹ جسے مس ہڈن نے ایلس کے نام سے مخاطب کیا تھا ایک جوان اور کسی قدر بد شکل آدمی تھا۔ ہم کا پٹر کے نزدیک ہڈن کا انتظار کرنے لگے۔ پھر ہڈن ایک اچھا خاصا وزنی بیگ اٹھائے نظر آیا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اس بیگ میں انہوں نے کیا رکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ کوئی قابل توجہ بات بھی نہیں تھی! مس ہڈن پہلی کا پٹر کے عقبی حصے میں بیٹھی اور ہڈن نے مجھ سے کہا۔

”بہتر ہے آپ بالٹ کے قریب بیٹھیں تاکہ سامنے سے ہر قسم کے مناظر کا نظارہ کیا جاسکے۔“ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ایلس نے پہلی کا پٹر کی مشینیں اشارت کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ فضا میں بلند ہو گیا۔ ایلس اسے مغربی سمت برف پوش چوٹیوں کی جانب لے جانے لگا۔ موسم بلاشبہ انتہائی خوشگوار تھا۔ بادل بہت ہلکے ہلکے آسمان پر پرواز کر رہے تھے۔ ٹھنڈی ہواؤں نے موسم کو ایک خوشگوار کیفیت بخش رکھی تھی اور پہلی کا پٹر فضا کی بلندیوں میں پرواز کرتا ہوا پہاڑی علاقے کی جانب جا رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا باہر کے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ ایلس بڑے ماہرانہ انداز میں کا پٹر کو کنٹرول کر رہا تھا۔ مختلف خوبصورت مناظر دیکھ کر بعد دیکر میرے سامنے آ رہے تھے۔ ان دادیوں نے مجھ پر ایک عجیب سا سحر جاری کر دیا تھا۔ میں اپنے اطراف سے بالکل بیگانہ ہو چکا تھا کہ یکایک مجھے اپنے ذہن میں دھواں سا محسوس ہوا مزاحیہ کیفیت کسی قدر بدلنے لگی۔ ایک جھجکاہٹ سی دل میں ابھڑا اٹھی۔ کیا مصیبت ہے۔ میں نے مختصر وقت کے لیے اپنے شہر اور اپنے لوگوں کو خدا حافظ کہا تھا لیکن مشن نے میرے ساتھ بددیانتی کر کے مجھے اپنا مقید بنا رکھا تھا۔ بے شک انہوں نے مجھے ایک بڑی حیثیت دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن کیا یہ ان کا انداز مناسب ہے کیا میرے لیے یہ غلامی کے مترادف نہیں ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ بددیانتی کی ہے۔ اگر یہ منصوبہ پہلے میرے علم میں لا یا جاتا اور اسے میری اجازت کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا تو اس میں میری اپنی حیثیت کا بھی دخل ہوتا، لیکن ہوا یہ تھا کہ انہوں نے سازشی انداز میں مجھے اپنی غیبت میں لیا۔ مہمان کی حیثیت سے رہنے کے باوجود انہوں نے مجھے قیدی بنا

لیا اور وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ جب چاہیں مجھے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔ انہوں نے میرا ایک ہم شکل پیدا کر لیا ہے جسے وہ یہی تمام تربیت دے سکتے ہیں جو انہوں نے مجھے دی ہے اور یہ ہم شکل ان کی ہدایت کے مطابق کام کر رہا ہے۔ ایسے لحاظ میں اگر میں اس سے کسی طرح کا انحراف کروں تو وہ آسانی سے میری جگہ دے سکتے ہیں اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا سکتے ہیں! بددستی کا انداز تو نہ ہوا۔

یہ ایسی کیفیت تو نہیں ہے جیسے خوشگوار طریقے سے محسوس کیا جائے حالانکہ میں نے اس سے پہلے اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن سوچنا چاہیے تھا مجھے۔ مجھے ان کے اشاروں پر اس طرح گردن نہیں جھکا دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے میری حیثیت کو ختم کر دیا ہے۔ یہ تو مناسب نہیں ہے یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے جھجھکائے ہوئے انداز میں ماحول پر نگاہ ڈالی پلٹ کر دیکھا اور دفعتاً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ موقع بہترین ہے۔ مجھے ان کے چنگل سے نکل جانا چاہیے۔ میں جہاز زیب شاہ ہوں۔ اپنے ذہن میں میرا ایک بڑا مقام ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے مجھ پر ماحول پر کیا ہے میں ان کا دلکار نہیں بن سکتا۔ میں نے ایک نگاہ پلٹ کر ڈالی وہ سامنے نظریں جمائے بے فکری کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔

”اپنی سمت کا دروازہ کھولو پلٹ۔“

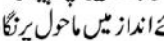
”جی سر۔“ اس نے جی رانی سے کہا۔

”کیوں..... یہ خطرناک ہے۔“

”کھولو.....“ میں اس کی بات کاٹتے ہوئے غرایا۔ نجانے میرے انداز میں یہ سفاکی کہاں سے دوڑ آئی تھی کہ ایلس کا ہاتھ بے ساختہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ہوا کے تیز جھوکے اندر داخل ہونے لگے، مگر وہ کافی مضطرب نظر آ رہا تھا۔ ادھر میں نے ایک ایسی مضبوط چیز پکڑ لی تھی جس سے میں اپنے جسم کا توازن قائم کر رکھ سکوں اور میں نے اپنی پوزیشن بھی بدل لی تھی۔ پلٹ کر حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن جب میرا ہاں پاؤں اٹھا اور اس کی کمر سے جا لگا تو اس کا منہ حیرت سے مھل گیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

”آپ..... آپ..... کیا کرنا چاہتے ہیں۔“ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

لیکن اسے امید نہیں تھی کہ جو کچھ میں کر دوں گا وہ اس انداز میں ہوگا۔ میرے پاؤں کا دباؤ اس کی کمر پر پڑا پھر اگلے ہی لمحے وہ ایک جھٹکے کے ساتھ پہلی کا پٹر سے باہر تھا۔



اس کی ہولناک چیخ پہلی کا پٹر کے شور میں دب کر رہ گئی تھی اور پہلی کا پٹر ڈگمگائے لگا تھا لیکن میں نے فوراً ہی پھرتی سے پلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ پلٹ گہرائیوں میں کم ہو چکا تھا۔ میرا خیال ہڈن اور میلسا کی طرف نہیں گیا تھا! ان کے منہ سے کوئی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ غالباً میری اس حرکت نے انہیں دم بخود کر دیا تھا یا وہ خوف سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ بہر حال ان کی جانب سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا تھا اور پہلی کا پٹر برفانی چوٹیوں کو عبور کرتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر ایک ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

”کیوں نہ لیبارٹری کا رخ کیا جائے۔ ذرا وہاں چل کر دیکھا جائے کہ کیا کیفیت ہے اور بلندی سے وہ کیسی محسوس ہوتی ہے۔“ پہلی کا پٹر کا رخ تبدیل ہو گیا حالانکہ میں نے زندگی میں کبھی پہلی کا پٹر نہیں اڑایا تھا لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک ماہر ہوا باز ہوں اور پہلی کا پٹر پلٹ کر نا کوئی مشکل کام نہیں ہے جو کچھ کر رہا تھا اپنی پسند سے کر رہا تھا۔

ہم بالآخر اسی جگہ آ گئے جہاں سے ہم نے پرواز کی تھی۔ ہڈن اور میلسا کے بلند ہتھکڑی کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی ان سے۔ لیبارٹری کا یہ حصہ وسیع و عریض علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ یہاں کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں بہت کم افراد ہوتے ہیں حالانکہ نظام بہت وسیع و عریض تھا لیکن محتاط انداز میں بہت کم لوگوں کو یہاں رکھا گیا تھا۔ میں لمبی پرواز کر کے لیبارٹری کے اوپر سے گزر گیا! آگے سمندر تھا۔ سمندر کے تھوڑے سے حصے پر جا کر میں پھر واپسی کے لیے پلانا اور لیبارٹری سے گزرتا ہوا دوسری جانب نکل آیا جو کچھ ہوا وہ میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ دفعتاً ہی لیبارٹری میں ہولناک دھماکے ہوئے اور نقصان ان کا ارتعاش اس قدر شدید ہوا کہ پہلی کا پٹر ہلرز لگا گیا لیکن میں نے اسے سنبھال لیا۔ دھماکے کے بعد دیکرے ہوئے تھے دھوئیں کے بادلوں نے ہر منظر کو اپنے اندر مول لیا تھا۔

کچن فوراً قائم اس لیبارٹری کے قیتمہ زلے اڑ گئے تھے۔ کس طرح؟ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن یہ احساس ضرور تھا کہ یہ ہونا چاہیے۔ یقینی طور پر یہ ہونا چاہیے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اس جگہ کے ساتھ اس کے بعد میں نے پہلی کا پٹر کا رخ ایک بار پھر انہی برفانی پہاڑیوں کی جانب کر دیا۔

مس میلسا اور ہڈن کی پراسرار خاموشی اب میرے لیے باعث حیرت بننے لگی تھی لیکن میں نے انہیں مخاطب نہیں کیا تھا۔ پتا نہیں میری اس تمام کارروائی میں ان کی اپنی کیفیات کیا ہیں۔ وہ تو دماغی توازن کھو بیٹھے ہوں گے لیکن یہ لیبارٹری.....

وہاں کیا ہوا؟ آخر یہ تباہ کیسے ہوئی؟ ذہن میں مختلف خیالات کے خا کے بنتے رہے۔ پھر پہلی بار ہڈن کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ڈیر شاہرہ! فیول تو چیک کر لو۔ فیول کتنا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم فضا میں قلابا زیاں کھاتے ہوئے نیچے جا پڑیں۔“

میں نے فیول میٹر چیک کیا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اب پہلی کا پٹر میں فیول بہت کم ہے۔

”ہمیں کس جگہ اترنا ہوگا مسٹر ہڈن۔“

پھر ہڈن ہی کی نشاندہی پر میں نے قدرے بہتر پلاٹ پر پہلی کا پٹر اتار دیا اور انجن بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ انہوں نے اپنا بیگ اٹھا لیا تھا حیران کن بات یہ تھی کہ ان کے چہروں پر بے اطمینانی کے آثار نہیں تھے۔ پھر ہڈن نے کہا۔

”ہرچند کہ یہ علاقہ بیرونی نگاہوں سے محفوظ ہے لیکن کسی بھی ذریعے سے پہلی کا پٹر کو یہاں دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر ہم اسے تباہ کر دیں تو یہ مناسب ہوگا۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے ہڈن کو دیکھا اور پوچھا۔

”مگر اسے کیسے تباہ کیا جائے گا؟“

”مشکل کام نہیں ہے۔ آؤ آگے بڑھتے ہیں۔“ ہڈن نے کہا اور میں حیران سانان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

میں نے جو کچھ کہا تھا وہ تو ایک جذبے کے تحت تھا اور میری ذہنی قوتیں منتشر ہو گئیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے ہڈن اور میلسا میری اس کارروائی سے غیر مطمئن نہ ہوں۔

کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد ہڈن نے اپنا وہ بیگ کھولا اور اس میں تقریباً ایک فٹ لمبی ایک عجیب انداز کی گن نکالی جس میں سامنے کے حصے میں دوسرا رخ نظر آ رہے تھے۔ اس نے ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ لے کر گن کا رخ پہلی کا پٹر کی جانب کیا اور اس کے بعد اوپر لگے ہوئے دو بن ڈبا دیئے۔ گن کی نال سے نیلے رنگ کی شعاعوں کی ایک ٹیکری نکلی اور پہلی کا پٹر تک پہنچ گئی اور اس کے بعد میں نے پہلی کا پٹر کو پکھلتے ہوئے دیکھا۔ درحقیقت بڑا عجیب و غریب منظر تھا۔ پھر دھماکے ہوا۔ فضا میں شعلے بلند ہوئے اور پہلی کا پٹر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔

میں خاموش نگاہوں سے ہڈن کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے وہ عجیب و غریب ساخت کی گن واپس اپنے تھیلے میں رکھ لی اور پھر گہری سانس لے کر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اس نے اگلی سے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اگر میرا انداز غلط نہیں تو ہمیں اس سمت ایسے غار مل سکتے ہیں جہاں عناصری طور پر پناہ لی جاسکے اگر آپ اس طرف جانا مناسب سمجھیں شاہرہ تو ہم ادھر کا رخ کریں۔“

میں خاموشی سے ان کے ساتھ ہولیا۔ خاصا فاصلہ تھا اس جگہ سے وہاں تک کہ جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا تاہم ہم لوگ وہاں پہنچ گئے پہاڑوں میں تاریکی اترتی آ رہی تھی اور ماحول دھندلنے لگا تھا۔ عقب میں تباہ شدہ پہلی کا پٹر کے کچھ حصے جلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ فاصلہ عبور کر لیا اور اس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے جس پر برف کی تھیں کس قدر جھکی تھیں تاہم برف تو اس پورے علاقے میں ہی تھی لیکن یہاں خاص سردی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ممکن ہے رات کی تاریکیوں میں سردی بڑھ جاتی ہو! اس کے پورے پورے امکانات نظر آ رہے تھے۔

بہر حال پہاڑی ٹیلوں میں غاروں کی تلاش شروع کر دی گئی۔ ہڈن کا اندازہ غلط نہیں تھا وہاں چھوٹے بڑے غاروں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور ان کے دہانے اب سیاہ دھبوں کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ ہڈن نے اپنے بیگ سے ایک طاقتور روشنی والی نارنج نکال لی تھی پھر ہمیں ایک ایسا غار مل گیا جو خاصا وسیع و صاف تھا۔ ہو سکتا ہے یہاں اور بھی بہت سے غار ہوں لیکن اب اترتی ہوئی تاریکیوں میں بہتر جگہ کی تلاش ممکن نہیں رہی تھی اور پھر یہ غار ہم تین افراد کی ضرورتوں کے لیے کافی تھا۔ ہڈن نے اندر داخل ہو کر اوپر نیچے چاروں طرف تیز نارنج کی روشنی ڈالی اور کسی قدر مطمئن انداز میں بولا۔

”میرے لیے یہاں بہت مناسب جگہ ہے۔ اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو میں اس کے لیے آؤں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

it surdu.blogspot.com







لگ گئے تھے انہیں ان کہانیاں کہیں کہیں مل سکتی تھیں۔ وہ ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں کے بارے میں سوچنا ہی نہیں رہی تھی جو کبھی تھی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ حکام بالا میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور ان تمام باتوں کی حقیقت کرائے بغیر مجھے جرم قرار دیا جا رہا ہے۔ مجھ سے بہت سے لوگوں نے ملاقاتیں کیں لیکن بد قسمتی سے جو لوگ یہ کارروائی کر رہے تھے انہوں نے ایک مضبوط جال میرے گرد بن لیا تھا۔

میری کچھ ایسی ایجادات اس ملک کے رسائل میں منظر عام پر آئیں جن کا تعلق صرف میرے اپنے ملک کے خاص خاص لوگوں سے تھا اور اس بات کو مکمل طور پر راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس اخبار نے یہ بتایا تھا کہ میں نے اس ملک کے نمائندے کو اپنی ان ایجادات کے بارے میں تفصیلات فراہم کی ہیں اور یہ ایک حقیقت تھی کہ جو تفصیلات اس میں شائع ہوئی تھیں وہ چند ہی لوگوں کو معلوم تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس طرح انہیں پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد مجھ سے شدت سے باز پرس کی گئی اور ان کا موقف بالکل درست تھا۔ یعنی وہ باتیں جو صرف چند افراد کے درمیان تھیں باہر کیسے پہنچ گئیں۔ میرے علاوہ اس کا ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بھی غصہ آئے گا۔ میں جو تردید کر رہا تھا اس پر تو جہنیں دی جا رہی تھی۔ چنانچہ میں نے سخت اور تلخ رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں بات بگڑتی چلی گئی۔ مجھ سے کئی بار جواب طلبی کی گئی اور بالآخر مجھے مغربی جرمنی کا غدار قرار دے دیا گیا۔

میرے بارے میں بہت سے فیصلے کئے گئے میری کوششوں کے نتیجے میں مجھے سزائے موت تو نہیں دی گئی لیکن جلا وطنی کا حکم دے دیا گیا اور بالآخر مجھے مغربی جرمنی سے جلا وطن ہونا پڑا۔ میرے ساتھ میری بیٹی میلسا اور میری بیوی تھی جو مغربی جرمنی سے نکلنے کے بعد انتقال کر گئی۔ ہم باپ بیٹی رہ گئے، مگر ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنے وطن کے خلاف کچھ کریں۔ میں ابھی اسی اُجھٹن کا شکار تھا کہ کچھ بالکل غیر متعلق لوگوں نے مجھے سہارا دیا اور اس طرح سہارا دیا کہ میں ان کا ممنون کرم ہو گیا اور ان کی گود میں آ بیٹھا۔ بعد میں پتا چلا کہ ان کا تعلق ہارپر مشن سے تھا اور ہارپر مشن کے ان نمائندوں نے بالآخر مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور ایک دن یہاں پہنچا دیا گیا۔ چن فور میں میں ایک سائنسدان کی حیثیت سے ہی متعارف ہوا۔

مجھے بہت عزت و احترام کے ساتھ یہاں خوش آمدید کہا گیا اور مسٹر کرامویل کی تحویل میں دے دیا گیا۔ لیکن حقیقت معلوم ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگا، تھوڑے ہی دنوں کے بعد مجھے تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ یہاں چن فور میں پہنچنے کے بعد مجھے یہ بتا چلا کہ یہ سب ہارپر مشن کی سازش تھی۔ ان لوگوں نے اس کا اعتراف بھی کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں مجھ جیسے ایک ذہین سائنسدان کی ضرورت تھی جو ان کے مقاصد کے لیے کام کرے۔ حکومت مغربی جرمنی مجھے کبھی نہ چھوڑتی، اگر میرے خلاف یہ سازش نہ کی جاتی۔ انہوں نے مجھے پیشکش کی کہ میں زندگی بھر یہاں عیش و آرام سے بسر کروں اور ایک مختصر مدت تک ان لوگوں کے لیے خدمات سر انجام دینے کے بعد مجھے اتنی دولت دی جائے گی کہ میں بقیہ وقت بڑے آرام سے گزار سکوں گا لیکن جو کچھ میرے ساتھ کیا گیا تھا وہ ایک انتہائی مجرمانہ فعل تھا اور میں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

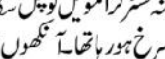
بعد میں مجھے علم ہوا کہ مسٹر کرامویل ایک ناکارہ شخصیت ہیں۔ بے شک وہ سائنسدان تھے لیکن ان کی اپنی صلاحیتیں اس قدر نہیں تھیں کہ وہ اپنے طور پر کوئی بڑا کام سر انجام دے سکتے، چونکہ وہ ہارپر مشن کے منظور نظر تھے اور انہوں نے مشن کے مجرمانہ کاموں میں بڑے کارنامے سر انجام دیئے تھے۔ بد قسمتی سے وہ سائنسدان بھی تھے لیکن ایسے کہ اپنے طور پر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم انہیں میرا پیچھے مقرر کر دیا گیا اور اس کے بعد وہ میرے شانوں پر بیٹھ کر سفر کرنے لگے۔ میری کوئی بھی کارروائی ان کے نام سے منسوب کر دی جاتی ہے اور انہیں اس کا پورا پورا کرڈٹ جاتا ہے جبکہ اس کی تکمیل کرنے والا میں ہوتا ہوں۔ ان ساری باتوں سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ میرے دل میں تو ایک لاوا پک رہا تھا اور بار بار مجھے یہ احساس ہوا کہ میری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور میں ایک قیدی کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے اس بات پر انتہائی رنج تھا کہ میرے وطن سے میرے تعلق کو ختم کر دیا گیا ہے اور وہ لوگ مجھے انادیشن سمجھتے ہیں۔

جرمنی میری زندگی ہے، میرا خیر و ہاں سے اٹھا ہے مجھے اپنے وطن سے پیار ہے لیکن اگر میں اس پیار کا اظہار کروں تو اس کے نتیجے میں مجھے نفرت کے علاوہ اور کچھ نہیں دستیاب ہوگا۔ اس طرح سے تم میری اپنی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ شاہ! اس سے پہلے میں نے مشن کے لیے بہت سے کارنامے سر انجام دیئے ہیں اور یہ لوگ میری خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور مجھے عزت دیتے ہیں لیکن ایک قیدی کو جس طرح عزت دی جاتی ہے اس کا تمہیں اندازہ ہوگا۔ صورت حال یہ ہے کہ میں یہاں ان کی پسند کے مطابق ہر طرح کے کام کرتا ہوں اور بس اس سے زیادہ میرا مستقبل کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر میں نے انہیں مہینوں پر چیک کیا، مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات بھی بتائی گئیں اور بتایا گیا کہ لوگ تم سے کیا کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ یہاں میں اپنی کہانی سے تھوڑا سا بہت رہا ہوں اور تمہیں وہ سب کچھ بتانا چاہتا ہوں جو یہ تمہارے ذریعے کرائے کے خواہشمند ہیں۔ بے شک تمہارے سلسلے میں یہ بالکل مخلص ہیں اور تمہیں وہ حیثیت اور وہ مقام دینا چاہتے ہیں جو بلاشبہ انہیں کے لیے انتہائی باعث افتخار ہو گا۔ یہ لوگ تمہیں مشن کے نمائندے کی حیثیت سے تمہارے ملک میں انتہائی محترم کریں گے کیونکہ تمہارے ذریعے تمہارے ملک کو جو فائدہ ہوگا اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس طرح سے تمہارے ملک کی جو اقتصادی پالیسی ہوگی وہ مشن کی پالیسیوں کے تحت ہوگی۔ بات نہیں تک محدود نہیں ہوگی بڑا المیہ پروگرام ہے ان کا یہ دنیا بھر میں اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کی اقتصادی تقدیر کے مالک بننے کے خواہشمند ہیں۔

دنیا پر اپنا اقتصادی کنٹرول حاصل کر کے سپر پاور کبھی بلک میل کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ بہت سے ملک آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ یہ ان کا انتہائی اہم کام ہے جسے وہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایشیاء، افریقہ، مشرق وسطیٰ اور دوسرے تمام ممالک میں انہوں نے اپنی کارروائیوں کے جال پھیلا دیئے ہیں مثلاً جاپان جو صنعتی دنیا میں ایک انتہائی اعلیٰ مقام حاصل کر چکا ہے اس کی تمام بیرونی پالیسیاں اندرونی پالیسیاں تمہیں اپنے طور پر دیکھنا ہوں گی اور انہیں سازشیں کرنا ہوں گی جس کے تحت یہ پالیسیاں متاثر ہوں۔ اگر کبھی اس کا انکشاف ہو گیا تو بات تمہارے وطن پر آئے گی۔ ہر جگہ کے بارے میں ان کی اپنی پالیسی ہے۔ کوریائیاں، تائیوان اور چین وغیرہ جہاں جو کچھ تیار ہوتا ہے تمہیں اس کے بارے میں تمام طور پر رپورٹیں تیار کرنا پڑیں گی اور اس طرح ایشیا میں صنعتی سیکشن کنٹرول کرنا ہو گا۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے لیکن اس سے جو خطرات رونما ہو سکتے ہیں اس کا سامنا کرنا ہوگا اور تمام تر ذمہ داری تمہاری ذاتی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی کوششوں سے تم اپنے وطن کے لیے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہو لیکن بات وہی ہوگی کہ اس وقت تم اپنے وطن کے لیے کچھ نہ کر سکو گے بلکہ تمہارے اپنے وطن کا معاملہ بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا اور یہ سب سے پہلے اپنے مفادات کو ترجیح دیں گے اور اس کے بعد دوسری کوئی بات سوچیں گے۔

سمجھ رہے ہو تم؟ یعنی تم اپنے طور پر ایک مستحکم حیثیت کے مالک ہو گے لیکن تمہاری شخصیت دنیا بھر کی نگاہوں میں خصوصاً ایشیاء کے ممالک میں مشکوک ہو جائے گی۔ بڑا المیہ پروگرام ہے اور اس وقت تم ان کے رحم و کرم پر ہو۔ یعنی تمہیں وہی سب کچھ کرنا ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ تمہارے دماغ کا جو آپریشن کیا گیا ہے وہ شعاعی آپریشن ہے اور اس کا ریوٹ کنٹرول کہیں اور ہے یہاں سے میں پھر اپنی کہانی پر آ جاتا ہوں تمہیں دیکھ کر میرے دل میں ایک تصور پیدا ہوا۔ میں نے سوچا کہ تمہیں اس مصیبت سے بچاؤ چنانچہ کرامویل کو دھوکا دے کر میں نے تمہارے آپریشن میں کچھ خصوصی تبدیلیاں لیں یعنی سب کچھ انہی کی پسند انہی کی مرضی کے مطابق ہوا۔ تمہارا ذہن ان تمام قوتوں کا حامل بن چکا ہے لیکن تمہارے ذہن کی تمام قوتیں ایک خصوصی کنٹرول میں ہیں اور وہ لوگ اب اسی کے ذریعے تمہیں اپنی ہدایات جاری کریں گے لیکن میں نے اپنے طور پر ذرا سی تبدیلیاں کیں اور اس کا پتا نہ مسٹر کرامویل کو چلے گا اور نہ ہارپر مشن کے کسی آدمی کو۔ میں ششدر رہا تھا کہ ہوں سے ہڈن کو دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ انھوں میں ذہانت کی چمک تھی اور وہ مشینی انداز میں بول رہا تھا۔



”مجھے میرے وطن میں مجرم بنادیا گیا تھا، میں ان لوگوں سے دوستی کیسے کر سکتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں میں نے وہ تمام چیزیں پیدا کیں لیکن اس کا ریوٹ کنٹرول جو ان لوگوں کے پاس ہے بالکل مختلف ہے اور اس کے ذریعے وہ تمہیں نہیں مجبور کر سکتے نہ تمہیں کنٹرول کر سکتے ہیں بلکہ تمہارا کنٹرول میں ہے اپنی بیٹی میلسا کو دی دیا۔ یہ کنٹرول جس شکل میں ہو سکتا تھا اس شکل میں نہیں ہے بلکہ اس میں کسی ایک ڈسک تمہارے دماغ میں پہنچائی گئی ہے۔ اس کا دوسرا حصہ میں نے میلسا کے دماغ میں محفوظ کر دیا ہے۔ یعنی اب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے طور پر ہر بات سوچ سکتے ہو۔ تمہیں احساس نہ ہوگا کہ تمہارے اندر کوئی نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے یہی کیفیت ان کے ساتھ بھی ہوتی۔ یعنی تم اپنی شخصیت میں مکمل طور پر آزاد ہوتے اور تمہارے ذہن میں کسی تصور بیدار نہیں ہوتا کہ تم کسی کے زیرِ تحت کام کر رہے ہو لیکن جہاں تمہاری سوچ کو تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی وہ اپنا ریوٹ استعمال کرتے اور تم اسی انداز میں سوچتے جس انداز میں وہ چاہتے۔ چاہے وہ تمہارے حق میں تمہارے ملک کے حق میں بہتر ہوتا یا نہ ہوتا۔ میں نے ان کے ریوٹ سے تمہارا کنٹرول ختم کر کے تمہارا تعلق اس ریوٹ سے کر دیا جو

میلسا کے ذہن میں ایک ڈسک کی شکل میں محفوظ ہے اور میرے دوست مجھے عاف کرنا درحقیقت جب ہم نے اس سفر کے لیے پروگرام ترتیب دیا تو ہمارے ذہن میں ایک پورا خاکہ موجود تھا۔ یہ ایک اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں نے اس میں وہ تمام چیزیں محفوظ کیں جو عارضی طور پر کی جاسکتی تھیں اور اس کے بعد ہم سیاحت کی غرض سے چل پڑے۔

لیکن پہلی کا پٹر میں سفر کرتے ہوئے میلسا نے اپنے ریوٹ کے ذریعے تمہیں حکم دیا کہ پائلٹ قتل کرو اور خود پہلی کا پٹر کا کنٹرول سنبھال لو۔ تم نے وہی سب کچھ کیا۔ پائلٹ قتل کرنے کے بعد پہلی کا پٹر ہم لوگ یہاں اتار لائے اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ تمہارے علم میں ہے۔ تمہیں اس وقت میلسا کنٹرول کر رہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم صرف اس قید سے نکلنا چاہتے تھے۔ میں تمہیں بڑے خلوص اور بڑی محبت سے تمام تفصیلات بتا رہا ہوں حالانکہ اگر میں چاہتا تو تمہیں یہ سب کچھ نہ بتاتا اور ہم خاموشی سے تم سے اپنے مقاصد حاصل کر سکتے لیکن میں بدویانیت انسان نہیں ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں تمہیں اپنے طور پر محکوم بنا کر رکھوں مانی ڈیڑ شاہ۔ میں ویسا ہی دوسرا آپریشن کر کے تمہارے اور میلسا کے درمیان رابطہ ختم کر سکتا ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہے لیکن یہاں تک پہنچنے کے لیے یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا اور اب میں آئندہ منصوبے کی تکمیل تم سے چاہتا ہوں۔ کیونکہ بے شک یہ سب کچھ تمہارے ذہن تک پہنچا دیا گیا ہے میں اس سلسلے میں مکمل طور پر معذور ہوں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میری اس کارروائی کے نتیجے میں مجھے موت ملنی چاہیے تو میں اس کے لیے تیار ہوں لیکن ایک درخواست ضرور کروں گا تم ہمیں مل کر دینا لیکن میرے ملک تک یہ اطلاع پہنچا دینا کہ ہڈن درحقیقت جرمنی کا دشمن نہیں تھا بلکہ ہارپر مشن نے اس کے خلاف سازش کی تھی۔ میں تمہارے ہر قدم کا سامنی ہوں شاہ! لیکن اگر تم میری زندگی کو اس لحاظ سے مناسب نہ سمجھو تو ہم دونوں کو گولی مار کر ختم کر دو اور اس کے لیے میں اور میری بیٹی اپنے آپ کو خوشی پیش کرتے ہیں۔ ویسے بھی ہماری زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہے لیکن لیکن میں ان لوگوں کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ تمہیں انداز ہوگا کہ جب وہ لوگ تمہارا جائزہ لے رہے تھے تو تمہارے دل میں اپنے وطن کی محبت کا تصور ابھرا تھا یعنی اپنے وطن کی محبت کا۔ تم نے سوچا تھا کہ تم دنیا میں جو کچھ بھی کرو گے اس میں تمہیں اپنے ملک کا مفاد سب سے زیادہ عزیز ہو گا۔ درحقیقت یہ وہ احساس تھا جس کے تحت میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ تمہیں اپنے قابو میں نہیں کر سکے۔

یہ میرا ایک تھک تھا تمہارے لیے کہ میں نے تمہارے ذہن کو ان کی ہوس کا نشانہ نہیں بننے دیا اور اس کے بعد میں نے بھی اعتراف کروں گا میرے دوست کہ وہ لیبارٹری جس میں مجھے ایک طویل عرصہ قید رکھا گیا میری نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھنکھتی تھی۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے وہاں طاقتور قسم کے بم ٹرٹ کر دیئے تھے اور جب فضا میں پہنچے اور پہلی کا پٹر کا کنٹرول تمہارے ہاتھ میں آ گیا تھا تو میلسا نے اپنے ریوٹ کے ذریعے تمہیں حکم دیا کہ پہلی کا پٹر کو اس جانب واپس موڑ دو اور میرے پاس جو بم ریوٹ کنٹرول تھا میں نے اس کے ذریعے وہ بم بلاسٹ کر دیا اور اس طرح لیبارٹری تباہ ہو گئی۔ مجھے یقین ہے کہ طویل عرصے تک وہ لوگ اپنی اس شاندار تجربے کا گماں کرتے رہیں گے لیکن میری روح اس انتقام سے خوش رہے گی۔ سمجھے شاہ! یہ ہے پوری کہانی اور اب اس کے بعد اس کہانی کو آگے بڑھانے کی تمام تر ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں۔ صرف تم پر۔“ میں ہلکوں کی طرح ہڈن کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو کچھ اس نے مجھے بتایا تھا ناقابل یقین تھا لیکن اس پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ ایک بھی بات تو ایسی نہیں تھی جس کی تفصیل میرے سامنے نہ ہو۔ میلسا خاموش تھی۔ میں ان دونوں کو دیکھتا رہا۔

ہڈن نے بڑے خلوص کے ساتھ یہ کہا تھا کہ اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا کنٹرول ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں چاہیے تو وہ اس کنٹرول کو ختم کر سکتا ہے یا اگر اس پر بھی مجھے شبہ باقی رہ جائے تو وہ اپنے وطن کے نام پر مرنے کے لیے تیار تھا۔ ایک محبت وطن آدمی چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو میرے لیے جس قدر باعث عزت اور قابلِ قدر ہو سکتا تھا آپ غالباً اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہڈن نے درحقیقت میرے خلاف تو کچھ نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ مجھے ان کے چنگل سے نکال لیا تھا۔ درحقیقت اگر میرا ایسا کوئی آپریشن ہوا ہے اور جس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کہ ایسا ہوا ہے تو اگر اس کا کنٹرول مشن کے ہاتھ میں ہوتا تو پھر میری کیفیت کیا ہوتی۔ آدہ درحقیقت بڑا ترین وقت ہوتا وہ میں اپنے طور پر سب کچھ کرتا لیکن حقیقت یہ ہوتی کہ یہ سب کچھ کسی اور ہی کے ایما پر ہو رہا ہوتا۔ اس وقت ذہن کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ ذہنی کیفیت بری طرح متاثر ہو گئی تھی۔ ہڈن نے کہا۔

”شاہ! ہم بے شک ابھی مشکل حالات کا شکار ہیں لیکن ان پہاڑوں میں کوئی مہم جوئی نہیں کی جاسکتی۔ پہلی کا پٹر بے شک استعمال کئے جاسکتے ہیں لیکن ہم یہاں محفوظ ہیں وہ جگہ بلند یوں سے تلاش نہیں کی جاسکتی اور پھر ضروری نہیں ہے کہ وہ سیدھے اسی سمت آنکلیں۔ ابھی تو انہیں صورت حال کا اندازہ لگانے میں بھی وقت لگے گا اور یہی وقت ہمارے پاس محفوظ ہے۔ میں بڑے مخلصانہ انداز میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ رات گزار دو آرام سے فیصلہ کرو اور اس کے بعد ہم دن کی روشنی میں کوئی پروگرام بنائیں گے۔“

”ہاں مسٹر ہڈن یہ میرے لیے بے حد ضروری ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

ہڈن اور میلسا بہتر تلاش کے لیے گئے۔ باپ بیٹی بالکل خاموش تھے۔ یعنی طور پر ان کا میں گہری سوچوں کا شکار ہوگا۔ رات پوری طرح ہو گئی تھی اور جسم آرام طلب کر رہا تھا اور ذہن ہزاروں سوچوں میں گرفتار تھا۔ بے شک یہ بات فیصلہ کن تھی کہ ہڈن اس وقت میرا حسن تھا لیکن یہ تو کسی طور ممکن نہیں کہ میرا ذہن اس لڑکی کے کنٹرول میں رہے۔ اس طرح تو میں اپنے آپ سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ میں نے بہت سے فیصلے کئے سب سے پہلے میں نے یہ سوچا کہ ہڈن سے یہ بات معلوم کروں کہ میرا ذہنی کنٹرول ہڈن سے کس طرح ختم ہو سکتا ہے اور یہ سوال زیادہ دیر اپنے ذہن میں نہ رکھ سکا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

”کیا بات ہے..... خیریت۔“

”ایک سوال ذہن میں چکر رہا ہے۔ مسٹر ہڈن اور آپ یقین کیجئے کہ وہ سوال میرے لیے سب سے زیادہ اہم نوعیت کا حامل ہے۔“

”پوچھو۔“ اس نے مخلصانہ انداز میں کہا۔

”آپ نے اپنے طور پر جو فیصلہ کیا میں اسے خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ بے شک اگر یہ آپریشن کامیاب ہو جاتا تو میں خاصی حد تک مشن کے قصبے میں ہوتا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں کہ ان حالات میں جب میں ان کے کنٹرول میں نہ ہوتا میں اپنے بارے میں کیا سوچتا اور ان کے خلاف کیا عمل کر سکتا۔ تاہم مسٹر ہڈن میں کسی بھی قیمت پر یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرا ذہن کسی کے کنٹرول میں رہے۔ میلسا بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ جس انداز میں سوچے گی وہ میرے حق میں بڑا نہیں ہوگا آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ میں آپ کی زندگی چاہتا ہوں ہر قیمت پر آپ دونوں کی زندگی چاہتا ہوں۔ اپنے حسن کو کوئی نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتا لیکن میری پہلی خواہش یہی ہے کہ میرا ذہن میلسا کے ذہن سے آزاد ہو جائے۔ آپ نے ابھی کہا تھا کہ ایسا ممکن ہے کی طرح؟“ ہڈن مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”دوسروں میں ہیں۔ ہم اس لیبارٹری کو کھو بیٹھے ہیں جہاں یہ شعاعی آپریشن کیا جاسکتا تھا لیکن مجھے آپریشن کرنے کا کوئی موقع درکار ہے اور یہ آپریشن تمہارا نہیں ہوگا بلکہ میلسا کا ہوگا۔ میں اس کے ذہن سے وہ ڈسک نکال دوں گا۔ درحقیقت یہ سب کچھ میں نے کس لیے کیا ہے تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو اپنے ہاتھ میں کئی بیٹھتا اور تمہیں بھی ان لوگوں کے حوالے کر دیتا۔ میلسا کم از کم اس وقت ہماری زندگی بچانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ تو مانی ڈیڑ دو ہی صورتیں ہیں یا تو تم ہمیں زندگی سے محروم کر دو، میلسا کو قتل کر دو۔ اس کا سر پتھروں سے چل دیا پھر اس وقت تک انتظار کرو جب تک مجھے آپریشن کرنے کے بہتر مواقع نہ حاصل ہو جائیں۔ میلسا کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی ذہنی قوتوں کو کسی بھی جگہ اب تم پر استعمال نہ کرے اور یقیناً وہ ایسا نہیں کرے گی۔ ہم تمہیں کسی بھی طرح مجبور نہیں کریں گے اگر تم ہمیں زندگی کا موقع دو۔ ورنہ دوسری صورت تمہارے سامنے ہے۔“

میں نے صبر و سکون سے سوچا ایک طرح سے اس کا کہنا بالکل درست تھا۔ ظاہر ہے باپ بیٹی کی موت نہیں چاہتا اور مجھے بھی یہ درندگی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے مسٹر ہڈن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے کیا آپ کو ان راستوں کی جغرافیائی کیفیت معلوم ہے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ لیکن فور میں رہ کر میں نے بہت کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ بلاشبہ تمہیں سمندری راستہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا اور اس کے لیے ظاہر ہے میں جانے کا کیا خطرات مول لینا پڑیں گے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ چن فور سے ایک ایسی شہری آبادی کا فاصلہ زیادہ نہیں ہے جہاں سے ہم اپنے لیے نئے راستے منتخب کر سکتے ہیں۔“

”اور یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ آپ کو اندازہ ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں اور یہی سوچ رہا ہوں کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں وہ لوگ فوری طور پر ہماری تلاش میں شروع کر دیں۔ ایسے حالات میں کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک طویل تر مفاد حاصل کرنے کے لیے ہم یہاں خاصا وقت گزار دیں۔ ان کا ذہن جہاں جہاں تک پہنچے ہم وہاں ان سے اپنا بچاؤ کر سکیں۔ یہ سب کچھ اگر ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ پھر جیسا تم مناسب سمجھو۔“







”کہیں بھی نہیں ستر مجھے قرض دے سکرتمشرفیہیں کہتے ہو گے۔ کوئی کم سے کم اس کا دل نہیں لپیٹیں۔“

”تو پھر وہی کے نام پر ستر۔ اچھا دی ہو مانی ڈیئر مسٹر نہیں۔ میرا خیال ہے میرے ساتھ وقت گزار سکتے ہو۔“

”لیکن ایک فلاش آدی کے لیے کوئی جگہ کہیں بھی نہیں ہوتی۔“ میں نے کہا۔

”میرے دل میں ہے کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ فورٹ بہت بڑے دل کا مالک ہے اس کے واقف کاروں کا یہی کہنا ہے۔ ویسے تم کرتے کیا ہو؟“

”آوارہ گرد ہوں۔ سیاحت کرتا ہوں۔ ملک ملک مارا مارا پھرتا ہوں۔“

”اوہ! لکڑاچی زندگی ہے اور اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں؟“ میں ایک آنکھ دبا کر مسکرا پڑا اور فورٹ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”تب تو تمہیں مسٹر کرنی فوسٹر کے پاس جانا چاہیے کیونکہ کرنی فوسٹر کو ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جو اس کے لیے کام کریں۔“

”مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہت آسان۔ ہائی لائن چلے جاؤ۔ کانج نمبر تیس میں ملتا ہے وہ۔“

”ویری گڈ۔ کیا وہ کرنی فوسٹر کی پرائیویٹ رہائش گاہ ہے؟“

”نہیں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ وہ کرنی فوسٹر کا دفتر ہے اور وہ عموماً وہیں ملتا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر فورٹ۔“ فورٹ کے ساتھ کافی پینے کے بعد میں نے اس سے پر جوش مصافحہ کیا اور فورٹ نے زبردستی کچھ کرنی میری جب میں ٹھوس دی۔ میں نے اس کا مزید شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر کرنی فوسٹر کے ہاں کام مل گیا تو اسی جوئے خانے میں واپس آ کر میں اسے یہ کرنی واپس کر دوں گا اور فورٹ نے ہنسنے ہوئے کہا کہ یہ صرف دوستی کے نام پر ہے۔ البتہ جب بھی مجھے اس کی تلاش ہو میں اسی جوئے خانے میں تلاش کر سکتا ہوں وہ عموماً یہیں ملتا ہے کرنی فوسٹر کی رہائش گاہ کے بارے میں تفصیل معلوم ہو گئی تھی۔ دوسرے دن تقریباً ڈھائی اور تین بجے کے درمیان میں اپنے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس وقت بھی میں نے ذرا عجیب سا حلیہ بنا رکھا تھا۔ نیکی سے میں اس علاقے میں پہنچا اور ہائی لائن کے کانج نمبر تیس کے سامنے میں نے نیکی رکوائی اور نیچے اتر گیا۔ کانج بہت خوبصورت تھا لوگ آ جا رہے تھے اور میں کچھ دیر تک وہیں کھڑا اندر کے ماحول کا نظارہ کرتا رہا تھا۔ پھر خود بھی آگے بڑھ گیا تھا گیٹ سے اندر داخل ہونے کے بعد میں برآمدے میں پہنچا تو ایک آدمی جو سچ تھا اور بڑے دروازے پر موجود تھا میری جانب متوجہ ہو گیا۔ اس نے کرخت نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں! کہو کیا بات ہے؟“

”مسٹر کرنی فوسٹر سے ملنا ہے مجھے۔“

”کیوں؟“

”یہ میں مسٹر کرنی فوسٹر کو ہی بتا سکتا ہوں۔ ویسے ایک بات میں آپ سے کہہ دوں مسٹر اگر آپ نے مجھے کرنی فوسٹر سے ملنے سے روکا تو اس نقصان کے ذمہ دار آپ ہوں گے جو مسٹر کرنی فوسٹر کو پہنچے گا۔“ وہ شخص میرے ان الفاظ سے کچھ متاثر ہوا پھر بولا۔

”میں تمہیں خود مسٹر کرنی فوسٹر کے پاس لیے جاتا ہوں۔ اگر وہ اندر آئے کی اجازت دے دیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر تمہیں واپس جانا ہوگا۔“

”مجھے منظور ہے۔“ وہ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ نجانے اس دفتر میں کرنی فوسٹر کیا کرتا تھا۔ بھاری بھر کم جسامت کا بلڈوگ نما آدمی بیٹھا ہوا میز پر رکھے کچھ کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ میری طرف گردن اٹھا کر دیکھا دیکھتا رہا اور پھر دفعتاً اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس کی آنکھیں کچھ حیران سی ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور اس نے تحیرانہ انداز میں کہا۔

”ہیلو..... ہیلو! آؤ کون ہو تم؟ آؤ اندر آ جاؤ۔ پلیز اندر آ جاؤ۔ خیریت آؤ..... آؤ۔“ میں اس کے الفاظ میں کچھ عجیب سی گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔ ساتھ لانے والا آدمی واپس چلا گیا۔ کرنی فوسٹر کرسی کے پیچھے سے نکلا میرے قریب آیا۔ میرا چہرہ دیکھتا رہا پھر واپس مڑا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر بولا۔

”اس وقت میں کسی سے نہیں ملوں گا۔ براہ کرم کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔“ یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور تحیرانہ نگاہوں سے کہنیاں میز پر ٹکا کر میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔

”کیا میں تمہارا تعارف حاصل کر سکتا ہوں۔ ڈیئر؟“

”میرا نام تیل ہے۔“

”کہاں کے باشندے ہو؟“

”ایشیائی ہوں۔“

”یہاں کب سے ہو؟“

”کچھ دن ہوئے۔“

”ایشیا کے کون سے ملک سے تعلق ہے؟“

”پاکستان سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تکتنے عرصے سے یہاں آئے ہوئے ہو؟“

”یہاں آئے ہوئے تو زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن پاکستان سے نکلے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے ہیں۔“

”کیا۔“ اس نے حیرانی سے منہ کھول دیا۔

”ہاں۔ پاکستان سے نکلے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے ہیں۔“

”وہاں تمہارا کیا کاروبار تھا؟“

”کچھ نہیں مسٹر۔ یوں سمجھ لیں۔ ایک دیہات سے تعلق تھا اور وہیں زندگی گزاری۔ اس کے بعد کچھ ایسے گھریلو حالات پیش آئے کہ گھر چھوڑ کر ایک جہاز پر چلا گیا۔ ملک ملک گھومتا رہا اور اس کے بعد اس ملک میں اتر گیا اور اپنے طور پر زندگی گزارنا شروع کر دی۔ آپ میری وجہ سے اتنے حیران کیوں ہیں؟“

”اوہ..... اوہ مانی ڈیئر مسٹر تیل کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو بالکل درست ہے؟“

”مسٹر کرنی فوسٹر میں آپ سے غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔“

”مگر تمہارا مشغلہ کیا ہے؟“

”بس آوارہ گردی۔ آپ جیسے لوگوں کی تلاش آپ جیسے لوگوں کے لیے چھوٹے موٹے کام کر لیتا ہوں اور زندگی گزارنے کا ذریعہ مل جاتا ہے۔“

”نام ممکن..... نام ممکن۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر کرنی فوسٹر۔“

”تم سمجھو گے بھی نہیں۔ میرے دوست، میرے عزیز۔ میری جان تم سمجھو گے بھی نہیں۔“ کرنی فوسٹر کے رویے سے دبا دبا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر اس نے بڑے خیال انداز میں آنکھیں بند کر لیں اور ایک دم چونک پڑا۔

”ارے ہاں تم یہ بتاؤ میں تمہیں کیا پتاؤں؟“

”اگر آپ واقعی مہمان نوازی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کا جودل چاہے منگوا لیجئے شراب کے علاوہ۔“

”اوہ وہ ایشیائی ہوا پاکستانی ہوا چاہے شراب نہیں پیتے ہو گے۔ اچھا ٹھیک ہے کافی منگواتا ہوں تمہارے لئے۔ آؤ میری جان میرے دوست تم، تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”آپ کی سڑکوں پر۔“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میرے پاس پیسے ختم ہو چکے ہیں۔“

”اس کی تو تم فکرم نہ کرو۔ مجھے رقم چاہو لے لو۔ کرنی فوسٹر کے مہمان ہو کسی معمولی آدمی کے نہیں۔ مگر خوش بختی اس طرح اپنے قدموں سے چل کر کسی کے پاس ہے یا آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”سمجھاؤں گا۔ سمجھاؤں گا آرام سے سمجھاؤں گا۔ یوں سمجھ لو کہ کرنی فوسٹر کے پاس آنے کے بعد تم دنیا کی فکر سے بے نیاز ہو گئے۔ میں بس بقدر سمجھ کر کچھ دینا چاہتی ہے۔“ میری حالت خراب ہونے لگی تھی اس شخص کو کیا ہو گیا تھا مجھے دیکھ کر یہ اس قدر کیوں دباؤ نہ ہو گیا ہے۔

میری پرتشنگ نگاہیں اس کا جائزہ لیتی رہیں وہ مسکراتا رہا۔ کافی آگئی اور اس کے بعد اس نے بڑی محنت سے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میرا دوست میرے شہر میں سڑکوں پر مارا مارا پھرے۔ مگر ایک بات بتاؤ، تم میرے پاس پہنچے کیسے؟“

”میں نے آپ کے بارے میں کسی سے سنا تھا۔“

”کس سے؟“ فوسٹر ایک دم سنبھل گیا۔

”مسٹر فورٹ سے۔“

”تم انہیں کیسے جانتے ہو؟“

”سڑکوں پر ملاقات ہوئی تھی۔“

”ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر تیل۔ بینام بتایا تھا نا آپ نے۔“

”جی مسٹر کرنی فوسٹر۔“

”مسٹر تیل آپ کی میرے پاس آمد صرف اس کے تحت ہے کہ فورٹ نے آپ سے میرے بارے میں تذکرہ کیا تھا۔“

”ہاں۔“

”میری جان مسٹر تیل میں دلی طور پر اس کا خواہشمند ہوں کہ تم میرے پاس قید ہو جاؤ۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ میرے پاس رہ جاؤ۔ بھول جاؤ کہ تمہیں کوئی مالی پریشانی ہے۔ میرا نام کرنی فوسٹر ہے اور سچی بات یہ ہے کہ تم میرے لیے اس قدر کا آمد ہو کہ میں تم پر ہر وہ رقم خرچ کر سکتا ہوں جس کی تمہیں ضرورت ہو۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں نے بھی آپ کو اپنی بات بتادی، مسٹر کرنی فوسٹر۔“ آپ اگر چاہیں گے تو میں طویل عرصے تک آپ کے ساتھ رہ کر کام کر سکتا ہوں۔“

”تو پھر میں تمہارے لیے پہلے رہائش گاہ کا بندوبست کرتا ہوں۔ ذرا ایک منٹ کی مہلت دو مجھے۔“ اس نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ کام رہن بڑا تھا۔ کرنی فوسٹر کی دلچسپی جو کچھ بھی ہو لیکن میں بھی اس سے اتنی ہی دلچسپی رکھتا تھا۔ کرنی فوسٹر نے ٹیلیفون اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ کچھ دیر وہ ریسیور کان سے لگائے رہا اور جب دوسری جانب سے رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے کہا۔

”اوہ ڈیئر ایری۔ کیا کر رہی ہو تم۔ ٹھیک ہے میرے پاس آ جاؤ۔ ہاں براہ کرم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“ اس نے فون بند کر دیا۔ پھر خاموش ہو کر مجھے دیکھتا رہا۔ اس کے انداز میں جو عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی وہ میرے لیے بھی باعث حیرت تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ دبلے پتلے بدن کی مالک اور نہایت سبک نقوش رکھتی تھی وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی تو کرنی نے میرا اس سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”میری بیٹی ایری فوسٹر۔“

”ہیلو! میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ مسکراتی آنکھوں والی یہ لڑکی مجھے بھی پسند آتی تھی۔ چہرے پر شفیق شرارت، معصومیت سب کچھ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے باپ کے معمولات سے متعلق نہ ہو۔ پھر کرنی فوسٹر نے کہا۔

”ایری یہ ہمارے معزز مہمان ہیں اور میں نے طے کیا ہے کہ ان کی میزبانی تمہیں سونپ دی جائے۔“

”آپ کا نام مسٹر۔“ اس نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

”تیل۔“

”گڈ۔ بہت خوبصورت نام ہے۔ میرا نام تو ڈیڈی آپ کو بتائی چکے ہیں ایری فوسٹر۔“ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میں نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں آپ کو ایک معزز مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہوں۔“

”اور ڈیئر پھر ان کے ساتھ کی الحال تمام تر دلچسپیاں محدود رہیں گی۔ میرا مطلب ہے انہیں تحفظ چاہیے۔ ہمیں انہیں اپنی کوٹھی ہی میں محدود رکھنا ہوگا۔“

”ہمارے پاس کافی انڈورگیم ہیں اور میرا خیال ہے مسٹر تیل ہمارے گھر میں بور نہیں ہوں گے۔“

”کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر تم اپنی گازی میں انہیں اپنے گھر لے جاؤ اور ذرا احتیاط رکھنا۔“

”اوکے ڈیڈی۔“ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ کرنی فوسٹر میری جانب رخ کر کے بولا۔

”اور اس احتیاط کا مطلب یہ نہیں کہ ایری تم سے محتاط رہے۔ بلکہ میں نے اسے یہ ہدایت دی ہے کہ اطراف سے ذرا ہوشیار رہے اور تمہیں بہت زیادہ لوگوں کے سامنے پیش نہ کرے۔ اس تمام کارروائی کی وجہ میں بہت جلد تمہیں بتا دوں گا ڈیئر تیل۔ اس سلسلے میں فکرمند نہ ہونا۔“

”آپ کے پاس آنے کے بعد آپ سے دوستی ہونے کے بعد میں نے ہر فکر کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ ویسے بھی میں فکرمند ہونے کا شوق نہیں رکھتا مسٹر فوسٹر۔ بلکہ کوشش کرتا ہوں اگر ان میں ناکام ہو جاتا ہوں تو مزید کوششیں کرتا ہوں یہی میرا طریقہ کار ہے۔“

”خطرناک بہترین اونٹیں۔“ کرنی فوسٹر نے اعتراف کرتے ہوئے کہا اور ایری کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایری کی کار بہت خوبصورت تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ اسی نے سنبھالی اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ وہ بہت تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرنے کی عادی تھی اور اس تیز رفتاری کی وجہ سے راستے میں اس سے گفتگو کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ میں خاموشی سے اس کا کھلنڈراپن دیکھ رہا تھا۔ کار مختلف راستے طے کرتی ہوئی ایک رہائشی علاقے میں داخل ہو گئی۔ سربز و شاداب اور حسین رہائشی علاقہ تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کرنی فوسٹر کے بارے میں مجھے جو اطلاع ملی تھی وہ بالکل درست تھی۔ وہ کانج اس کا دفتر ہی تھا۔ رہائش گاہ بہت خوبصورت تھی اور خصوصیت یہ تھی کہ یہاں ان لوگوں نے طرح طرح کے ننھے پرندے پال رکھے تھے۔ جن کی رہائش کے لیے قدرتی ماحول مہیا کیا گیا تھا اور اس کے لیے اس عمارت کا بہت بڑا حصہ وقف کیا گیا تھا۔ رہائشی حصہ بہت چھوٹا تھا صرف چند کمروں پر مشتمل۔ ایری مجھے اندر لے آئی اور میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”آپ نے اپنی زندگی میں کتنے حادثے کئے ہیں؟“

”کچھ نہیں۔“

”بہت تیز رفتار ڈرائیونگ کرتی ہیں آپ۔“

”شہر سے باہر میری ڈرائیونگ دیکھئے۔ شہر میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”یہ بھی بہت کچھ تھا۔ ویسے آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے۔“

”یہ پرندے میرے اور ڈیڈی کے مشترک شوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈیڈی کو بھی حسین پرندے جمع کرنے کا اتنا ہی شوق ہے۔ ہم دنیا کے مختلف گوشوں میں پرندوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان میں پیشتر نہایت قیمتی ہیں۔ میں آپ کو بڑی تفصیل سے سب کچھ سمجھاؤں گی۔ ویسے اگر آپ ہمارے ہاں قیام کریں گے مسٹر تیل تو آپ کو لباس وغیرہ کی پریشانی نہیں ہوگی۔“

”ہاں میرے کپڑے ایک ہوٹل میں ہیں۔“

”میں وہاں سے منگوا لوں گی۔ آپ بالکل فکرم نہ کریں بلکہ ڈیڈی کو فون کر دوں گی۔ آئیے فی الحال میرے اپنے چھوٹے سے گھر کا نظارہ کیجئے۔“ مجھے ہر چیز سے نفاس نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”ڈیڈی تو اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں مگر ان کی دیکھ بھال مکمل طور پر میرے سپرد ہے۔“

”اور آپ کا باپ دوسرے لوگ۔“

itsurdu.blogspot.com



”آپ کے ڈیڑی کا کاروبار کیا ہے؟“

”ڈیڑی نے مجھے سختی سے منع کیا تھا۔ کہ میں کبھی ان کے کاروبار کی چھان بین نہ کروں اور صرف اپنی دلچسپیوں سے سروکار رکھوں۔ سو میں نے ایسا ہی کیا۔ کبھی نہیں پوچھا کہ میرے ڈیڑی کیا کرتے ہیں لیکن خوشحال لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ دیکھئے عارضی طور پر آپ کے لیے یہ کمرہ مناسب رہے گا۔ یہی کمرہ ہم اپنے خاص مہمانوں کے لیے مخصوص رکھتے ہیں۔ وہ میرا کمرہ ہے اور وہ ڈیڑی کا۔ یہ ڈائننگ ہال ہے اور اسی ڈائننگ ہال کو آپ ڈرائنگ روم کی حیثیت بھی دے سکتے ہیں کیونکہ ہم نے رہائشی جگہ بہت چھوٹی بنائی ہے۔ زیادہ لوگوں کو ہم کبھی مدعو نہیں کرتے۔ ویسے بھی ہمارے گھر میں کبھی بھی کوئی آکر رہ جاتا ہے آپ کی آمد سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔“

”آپ کی اور مصروفیات کیا ہیں مس ابری؟“

”بس یوں سمجھ لیجئے سب سے بڑی مصروفیت یہ پرندے ہیں۔ اس کے علاوہ شطرنج کھیلتی ہوں اور ٹینس کھیلتی ہوں۔ تاش کھیل لیتی ہوں۔ یہ دو تین مشغلے ہیں۔ میری دوست بھی کبھی کبھی میرے پاس آ جاتی ہیں لیکن ان کے قیام کی اجازت یہاں نہیں ہے۔“

”آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی آپ بہت خوبصورت آدمی ہیں۔ خاص طور سے آپ کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پائی جاتی ہے جو میں نے عام لوگوں میں نہیں دیکھی۔ معاف کیجئے گا میں ہر بات کو بے تکلفی سے کہہ دینے کی عادی ہوں لیکن آپ پر نہ بھینس کہ اس کے بعد میں آپ سے اتنا ہر عشق کروں گی۔ میں نے اپنی زندگی کے لیے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ ڈیڑی کے ساتھ عمر بھر کا آخری حصہ تک گزار دوں گی۔ عشق و شوق جیسی چیزوں کا میری زندگی میں کوئی دخل نہیں ہے۔ آدمی خواہ خواہ بے وقوف بن کر رہ جاتا ہے۔ ویسے مسٹر نیل آپ عشق و محبت کے قائل ہیں؟“

”نہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

”کیا واقعی؟“

”جی۔“

”تب تو ہمارے اور آپ کے درمیان اچھی دوستی چلے گی۔ مجھے نو جوان اسی لیے ناپسند ہیں کہ ملاقات کے دوسرے ہی دن وہ اپنی آنکھوں میں نشی کی کیفیت پیدا کر کے اپنے مد مقابل کو دکھانا شروع کر دیتے ہیں جیسے کوئی بھکاری سڑک پر کھڑا بھیک مانگ رہا ہو۔“ میں ہنس پڑا۔

”اور آپ بھی بہت دلچسپ ہیں مس ابری۔“

”شکریہ..... بے حد شکریہ۔“ ابری نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن شگفتہ کر دیا تھا اور اپنے آپ کو فکروں سے آزاد پارہا تھا۔ پھر رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مسٹر کربی فوسٹر واپس آئے۔ لمبی سی خوبصورت کار پارکنگ پر آکر رُک گئی اور مسٹر کربی فوسٹر ہاتھ میں ایک بریف کیس لیے ہوئے اندر آتے ہوئے نظر آئے۔ ہم نے برآمدے میں ہی ان کا استقبال کیا مسکراتے ہوئے بولے۔

”ویری گڈ۔ دونوں خوش نظر آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان خوب دوستی ہوگی۔“

”مسٹر نیل مجھے بے حد پسند آتے ہیں ڈیڑی۔ بہت اچھے انسان ہیں یہ۔“

”مسٹر نیل۔“ کربی فوسٹر نے مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ سے بولے۔

”مسٹر فوسٹر بہت سے لوگوں کے لیے خوشی اور خوش بختی کا باعث ہے آئیے۔“ رات کا کھانا ہم لوگوں نے ساتھ ہی کھایا اور کھانے کے بعد مسٹر کربی فوسٹر نے کہا۔

”ابری اگر تم اجازت دو تو میں اپنے مہمان کے ساتھ کچھ دیر تنہائی میں بسر کروں۔“

”یقیناً ڈیڑی ہم لوگ تو پورا دن ہی ساتھ رہے ہیں۔ ادا کے۔ ادا کے میں ذرا اپنے پرندوں پر ایک نگاہ ڈال لوں۔ اوداعی نگاہ۔ میرا مطلب ہے رات کی آخری نگاہ۔“ ابری نے کہا اور باہر نکل گئی۔ کربی فوسٹر مسکراتا ہوا بولا۔

”اور یقیناً اس لڑکی کی سادگی نے تمہیں پریشان نہ ہونے دیا ہوگا۔ بس میں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتانا چاہتا۔ یوں سمجھ لو میں نے اس کے ذہن کی ایک خاص تربیت کی ہے اور یہ اپنی فطرت بھی نہیں کھوپائی جتنی اس کی عمر ہے اتنی ہی معصوم ہے۔ لیکن جتنی وقت کی ضرورت ہے اتنی ہی بھجھا رہی۔“

”میں نے اندازہ لگایا ہے مسٹر کربی فوسٹر۔“ کربی فوسٹر مجھے لیے ہوئے اپنے کمرے میں آیا اور پھر ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے خود بستر پر جا بیٹھا۔

”دن بھر کی مصروفیات اب تمہارا دیتی ہیں۔ عمر خود اپنا اظہار کرتی ہے کہ اب وہ کس منزل تک پہنچ گئی ہے۔“

”مسٹر کربی فوسٹر فورٹ نے آپ کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا آپ کی شخصیت میں نے اس سے مختلف پائی ہے۔“

”خیر۔ اب ہمارے اور تمہارے درمیان وہ ضروری گفتگو ہوگی جس کے لیے میرا خیال ہے تم جی بے چین ہو گے اور میں بھی۔“

”یقیناً مسٹر کربی فوسٹر۔“ میں نے جواب دیا اور سوالیہ نگاہوں سے کربی فوسٹر کا چہرہ دیکھنے لگا جو ایک بار پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا جیسے اپنے ذہن میں خیالات جمع کر رہا ہو۔ پھر میری طرف دیکھ کر اچانک مسکرایا اور بولا۔

”میں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ جرم کی دنیا میں گزارا ہے مسٹر نیل۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں یہ اعتراف کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتا اور یقینی طور پر آپ کو کبھی جب میرے بارے میں علم ہوا ہوگا تو آپ نے میری شخصیت کا کچھ نہ اندازہ ضرور لگایا ہوگا۔ میں جھوٹ بولوں یا اپنے آپ کو کسی نئی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کروں تو ابتداء ہی غلط ہو جائے گی۔ یعنی آپ وہ اعتقاد نہیں کر پائیں گے مجھ پر جو میں آپ سے چاہتا ہوں۔ ہم ہر آدمی کا ایک مقام تعین کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اس سے گفتگو کی جاتی ہے۔ بعض جگہ جھوٹ کا سہارا لینا بھی بے حد ضروری ہوتا ہے لیکن بعض جگہ حقیقتوں کا اس طرح کھل کر بیان کر دینا ہوتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے اور اس سے یقینی طور پر فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔“

میرا یہ زندگی بھر کا تجربہ ہے۔ میں آپ کو جو کچھ بتا رہا ہوں مسٹر نیل اس میں ذرا برابر جھوٹ نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ جرم کی دنیا میں بسر ہوا ہے اور میں نے ہر طرح کی مجرمانہ کارروائی کی ہے جو کہانی میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں مسٹر نیل وہ انتہائی عجیب و غریب تو نہیں ہے اور جرائم کی دنیا بہر طور سنسنی خیز واقعات سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ ہم لوگ اپنے اپنے چھوٹے گروہ بنا کر کام کرتے ہیں۔ میرے گروہ میں اس وقت یہاں سب افراد ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں جو مختلف ممالک میں تعینات ہیں۔ جگہ جگہ اپنے عمل کرتے ہیں کچھ گروہ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ بڑے بڑے گروہ چھوٹے گروہوں پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض جگہ ہم ان کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض جگہ وہ ہماری گرفت میں آ جاتے ہیں۔ پھر ہمارے درمیان سمجھوتے ہوتے ہیں اور یہ سمجھوتے بعض اوقات کارآمد ہوتے ہیں لیکن کسی بھی چھوٹے سے سلسلے پر ایک بار پھر ہم دشمنوں کی طرح سامنے آ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

”دنیا مختلف قسم کے جرائم میں ملوث ہے اس وقت حکومتیں سیاسی بنیاد پر جرائم کرتی ہیں۔ سرمایہ دار معاشی بنیاد پر جرم کرتے ہیں اور ان جرائم سے انہیں کہیں بھی فائدہ حاصل نہیں ہے۔ ایک نیک نیت آدمی اپنا سرمایہ لے کر کاروبار کی دنیا میں آتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اس میں سچائیاں ہوں۔ وہ اپنے طور پر ان سچائیوں کو استعمال کرتا ہے مگر جب اس کا رابطہ بین الاقوامی دنیا سے ہوتا ہے تو اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس وقت اسے دو ہی فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنا سرمایہ سمیٹ کر گوشہ نشین ہو جائے اور خاموشی سے بیٹھا وقت گزارتا رہے یا پھر اسے اس سرمایے کو تحفظ دینا ہوتا ہے تو وہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی ایسے گروہ سے جا ملتا ہے جو معاشی دنیا میں سرپرستی کرتا ہے اور اس کے علاوہ کبھی عام آدمی بن جاتا ہے۔ اس وقت کاروبار زندگی اسی انداز میں چل رہا ہے اور اس میں منفرد ہونے کی کوشش تنہائی اور برادری کے علاوہ کچھ نہیں۔ یورپ، امریکہ، افریقہ، جتنے براعظم ہیں جس میں ایشیا بھی شامل ہے اپنی اپنی معیشت کے لیے الگ پالیسی رکھتے ہیں لیکن جگہ جگہ انہیں دوسرے لوگوں سے بھی تعاون کرنا ہوتا ہے۔

یوں تو دنیا میں معاشی بنیاد پر مبنی ادارے قائم ہوتے ہیں جن کا تعلق حکومتوں سے نہیں ہوتا بلکہ سرمایہ داروں کی اپنی الگ حکومت ہوتی ہے اور یہ ایک خفوس بات ہے کہ اصل حکومت سرمایہ داروں کی ہی ہوتی ہے۔ سیاسی بنیاد پر وہ نظارہ سامنے نہیں آتے لیکن درپردہ وہ ہر ملک کی سیاست سے دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ اس میں ملکوں کی بقا چھپی ہوئی ہے اور اسی میں ملکوں کو معاشی استحکام حاصل ہوتا ہے۔ دوا ایسے بڑے اداروں کے نام میں تمہارے سامنے آئے یا ہوں جو اس وقت معاشی سرمایہ کاری پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک نام فورویل کا ہے اور دوسرا ہارپرشن کے نام سے روشناس ہے۔ اگر ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں سے کون سا ادارہ زیادہ طاقتور ہے تو ہمیں انتہائی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ دونوں ادارے اپنے طور پر انتہائی مضبوط اور طاقتور ہیں اور اپنا کام بخیر و خوبی چلا رہے ہیں۔ ان دونوں اداروں کے درمیان بھی وہی چٹپٹش رہتی ہے جس کا تذکرہ میں چھوٹے گروہوں کے سلسلے میں کر چکا ہوں۔ فورویل اپنے طور پر چھایا ہوا ہے تو ہارپرشن

کے جو معمولات سامنے آتے ہیں ان سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی فورویل سے کسی طور چھپتے نہیں ہے۔ امریکی معیشت آزاد ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ دونوں ادارے امریکی معیشت کے زیر اثر ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کے حالات ذرا مختلف تھے کیونکہ ایشیا میں روس ایک بہت بڑا حصہ سنبھالے ہوئے تھا اور امریکی اور یورپین ممالک روس کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن بہر طور روس اپنی محبتیوں کا شکار ہو گیا اور اس کے پس پردہ بھی بڑی سیاسی سازشیں چلی رہی ہیں لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے کہ روس کی قوت ختم ہو جانے سے خصوصاً امریکہ اور اس کے ساتھیوں کو عظیم الشان مفادات حاصل ہوئے ہیں لیکن یہ بات ہمیں ختم نہیں ہوتی۔ نیوورلڈ رڈ کی تکمیل کرانے کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کارروائیاں ہو رہی ہیں اور اس سلسلے میں یہ ساری دنیا میں تہلکہ خیز عمل جاری ہے۔

ایشیا کے بارے میں ہمیشہ ہی یورپین ممالک اور مغربی ممالک تشویش کا شکار رہے ہیں کیونکہ وہ ایک سرکش دنیا ہے اور اس دنیا نے اپنی تمام تر پسماندگی کے باوجود یورپین برتری پورے طور پر تسلیم نہیں کی۔ اس کی بے شمار مثالیں سامنے ہیں۔ اس سرکشی کو ہمیشہ تشویش کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا ہے اور اس کے خلاف ایک طویل عمل جاری ہے لیکن کامیابی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔ بے شمار ممالک ہیں جو ایشیا میں پھیلے ہوئے ہیں وہ تمام ترکوشیوں کے باوجود برتری کی منزل میں طے کر رہے ہیں۔ جاپان دنیا کی معیشت پر حاوی ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی حکومت چھپاتی جا رہی ہے جاپان اپنے طور پر ایک مضبوط قوت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ممالک میں صنعتی انقلاب برپا ہے۔ کوریا، تائیوان اور ایسے بے شمار ممالک جنہوں نے امریکی معیشت پر کاری ضربیں لگائی ہیں اور امریکی برتری قبول کرنے کو تیار نہیں۔

یہ امریکہ کے لیے بڑی تشویش کا باعث ہے اور وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے کوششیں کر رہا ہے کہ اس کی اپنی انفرادیت قائم ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس کے تمام ساتھی اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور ایک انوکھا عمل جاری ہے۔ یہ گروہ جو فورویل اور ہارپرشن کے نام سے مشہور ہیں۔ دنیا بھر کے صنعتکاروں کے گروہ ہیں اور ان کا تعاون مختلف ممالک سے ہے۔ یہ اپنے طور پر بھی عمل پیرا ہیں اور طاقتور ممالک کے احکامات کی تعمیل بھی کر رہے ہیں۔ فورویل اور ہارپرشن ایک دوسرے کے حریف ہیں اور آپس میں بھی ان میں بہت سے ایسے عمل ہوتے رہتے ہیں جن سے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے مسئلے کو نظر انداز نہیں کرتے ان کی کوششیں ہوتی ہیں کہ دنیا کے ہر ممالک میں ان کے نمائندے ہوں اور مضبوط حیثیت اختیار کر جائیں۔ پچھلے دنوں فورویل کا ایک کارکن تمہارے ملک میں فورویل کے مفادات کو قائم نہیں رکھ سکا اور شکار ہو گیا۔ ہارپرشن نے اس معلومات کے حصول کے بعد فوری طور پر کوششیں شروع کر دیں کہ وہاں اپنی

اجارہ داری قائم کر لے اور اس سلسلے میں جہاں اور بہت سے عمل ہو رہے ہیں وہاں ایک نام سامنے آیا ہے اور یہ ہے جہانزیب شاہ۔ تمہارے ہی ملک کا ایک سرمایہ دار ہے لیکن نجائے کیوں یہ بہت سی نگاہوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن گیا ہے۔ پچھلے دنوں جہانزیب شاہ یورپی دنیا کے دورے پر نکلا ہوا ہے اور اس نے دنیا کے کئی ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ اس وقت بھی وہ یورپ میں ہے اور فرانس میں مقیم ہے۔ فورویل اس سلسلے میں کارروائیاں کر رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ بھی کہ ایک لڑکی پچھلے دنوں اچانک ہارپرشن کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ پتہ یہ چلا ہے کہ اس کے پاس ہارپرشن کے ایسے کچھ راز موجود ہیں جن سے ہارپرشن کو بدترین نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے ہارپرشن اس کی تلاش میں ہے لیکن تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ وہ لڑکی اب ان علاقوں سے نکل گئی ہے جبکہ کچھ دن پہلے تک اس کی یہاں موجودگی کے شواہد ملتے تھے لیکن اب یہ متفقہ طور پر علم ہو چکا ہے کہ لڑکی اس ملک میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا مسئلہ ایک حد تک پس پشت ہے۔

فورویل نے ہارپرشن پر ایک ضرب کاری لگانے کے لیے ایک اور فیصلہ کیا تھا۔ فورویل کے لیے وہ جہانزیب شاہ کے سلسلے میں عمل کرنا چاہتے ہیں۔ جہانزیب نامی شخص اس وقت فرانس میں موجود ہے اور فورویل چاہتا ہے کہ اسے اغوا کر کے کسی ایسی شخصیت کو اس کی جگہ دے دی جائے جو فورویل کے مفادات کے لیے کام کرے اور اس شخصیت کو ایشیا میں بہت بڑی طاقت دے کر اس کام کے لیے آمادہ کر لیا جائے کہ وہ وہاں فورویل کے مفادات کی نگرانی کرے۔ ہم اس سلسلے میں باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے درمیان مینٹیکس، ہوری تھیں اور ہم یہ سوچ رہے تھے کہ فرانس میں موجود ایشیائی باشندے کسی ایسے شخص کو اس کی جگہ دیدی جائے جو وہاں جا کر فورویل کے لیے کام کرے۔ جاے ہارپرشن اسے اپنا نمائندہ ہی کیوں نہ مقرر کر دے لیکن جب وہ ہمارا آدمی ہوگا تو پھر وہ فورویل کے لیے کام کرے گا۔ تمہیں دیکھ کر ایک عجیب سا خیال ذہن میں ابھرا ہے اور یہ صرف تمہاری شکل و صورت اور جسامت کی بنیاد پر ہے۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گے میرے دوست کہ تم اس اصل شخص کے ہو ہو ہر مشکل ہو۔“

”جس کا نام جہانزیب ہے اور وہ فرانس میں مقیم ہے، تمہیں دیکھ کر فوراً ہی یہ تصور میرے ذہن میں ابھرا ہے کیونکہ ایک دن پہلے ہی ایک مینٹیکس میں ہمیں اس آدمی کے بارے میں تفصیلات بتائی گئی تھیں اور اس کی تصویر دکھائی گئی تھی۔ تمہیں دیکھ کر میری جو کیفیت ہوئی تھی مجھے یقین ہے اب تم اس کا صحیح طور پر اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہو گے اور اگر تم ہمارے اس مقصد کی تکمیل کے لیے تیار ہو جاؤ تو یوں سمجھ لو کہ تمہیں وہ عظیم الشان فرائض حاصل جائے گا جس کا اس روئے زمین پر رہنے والا کوئی فرد تصور نہیں کر سکتا۔ اتنا بڑا مقام ہوگا تمہارا کہ تم خود اپنے آپ پر حیران رہ جاؤ گے اور یہ سب کچھ صرف تمہاری شکل و صورت کی بنیاد پر ہے۔

بانی جہاں تک تمہاری صلاحیتوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تمہاری ہر طرح کی مدد کی جائے گی اور تم سے تعاون کیا جائے گا۔ یہ میرا منصوبہ ہے جو ابھی صرف میرے ذہن میں ہے لیکن تم سے گفتگو کرنے کے بعد میں اسے آگے بڑھانے کے لیے تیار ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ذرا بھی سمجھدار انسان ہیں تو اس سے بڑا کوئی فائدہ تمہیں اپنی زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتا اور تم یقینی طور پر مجھ سے تعاون کرو گے۔“ دماغ ڈال کر دیکھا گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سر پر کوئی وزنی چیز رکھ دی گئی ہو اور بھیجا بیٹھنے لگا ہو۔ عجیب و غریب بات تھی ایک ایسا انوکھا انکشاف جو ذہنی حالت جس قدر بھی خراب نہ کر دیتا تھا۔ کیا اچھی بات تھی۔ مجھے میری حیثیت دی جا رہی تھی اور وہ شخص جو فرانس میں مقیم تھا درحقیقت ہارپرشن کا وہ نمائندہ تھا جسے انہوں نے عارضی طور پر میری صورت اور جسامت کی بنیاد پر ہے۔ چنانچہ اس کا مسئلہ ایک حد تک پس پشت کر ایک نیا کام شروع کیا جا رہا تھا خدا کی پناہ۔

تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ چھوٹے سے ذہن کا چھوٹا سا آدمی ہوں۔ آدمی کے اندر بڑائی یوں نہیں ہوتی کہ اس کے پاس کاریں، کوٹھیاں، جائیدادیں، فرم، فیملیاں، تعلقات ہوں۔ بڑائی انسان کے اندر ہوتی ہے بلکہ بڑائی نامی کوئی چیز انسان کے لیے ہوتی ہی نہیں ہے سب سے بڑا نام اللہ کا پھر اس کے ان بندوں کا جنہوں نے اپنے نیک عمل سے اس کی قربت حاصل کی۔ ہم پانی کے بلبلے اپنے چھوٹے بڑے ہونے کا یقین خود کر لیتے ہیں۔

میرے دل میں اپنے پاکستان کا پیار ہے۔ میری آرزو ہے کہ مجھے ہزاروں سال کی زندگی ملے اور میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ پاکستان کی خدمت اور اس کی بہتری کے لیے وقف کر دوں۔ جیسی پیر امیر شاہ تہ خانے میں طبعی موت مر چکے ہیں۔ نیکم خان نے ان کی موت کے بعد خودکشی کر لی تھی۔ میں آج تک ان کے جانشین کے طور پر پوچھا جاتا ہوں۔ جن سازشیوں نے مجھے اس جزیرے پر قید کر لیا تھا میں نے انہیں ان کی موت مار دیا لیکن میں جانتا ہوں کہ ایک پوری نسل میرے پاکستان کے خلاف صف آرا ہے انہیں آج بھی صلاح الدین ابوالی کا خوف ہے اور ان کے حلیف اب بھی اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ آخر کار فطین سے ان کا انکلا ہو جائے گا اور انشاء اللہ ایسا ہوگا۔

نومری کے بہت سے مذاق میرے علم میں ہیں جیسے بھروسہ جو جان بچا کر ایسا بھاگا کہ پھر اس کا نشان بھی نہیں ملا۔ کچھ نہیں ہے۔ بھروسہ ویروں۔ انسان اپنی ذات میں سب کچھ ہے بلکہ کچھ بھی نہیں۔ میں آج بھی ان متبرک ہیتوں کے سائے سے محروم ہوں جو انسان کی ابتدا ہوتے ہیں۔ یعنی مال اور باپ۔ اپنی یا آرزو پوری کر لیمری کی قوت سے باہر ہے۔

آہ کاش، کوئی معجزہ ہو جائے کاش وہ مجھ مل جائیں۔

ختم شد